امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

# نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71 | مورخہ ۲۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۱؍جنوری ۲۰۲۱ء بروز سوموار | شمارہ نمبر 02

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ قطب عالم مولانا سید محمد علی مونگیریؒ
■ خلیفہ ہارون رشید
■ جنگ آزادی میں بہار کے مسلمان
■ بچوں کی پرورش میں ماں کا کردار
■ نوجوان نسل میں منشیات کا بڑھتا رجحان
■ مسئلہ فلسطین، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

## امارت شریعہ

مفتی محمد ثناء الهدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

اسلام کامل دین اور مکمل نظام حیات ہے، اس نظام حیات میں اجتماعیت کی بڑی اہمیت ہے، اسی لئے نماز، روزہ اور حج اجتماعی طریقے پر مِل جُل کر ادا کئے جاتے ہیں، نماز باجماعت کا حکم، رمضان کے مہینے میں روزہ اور حج کے دنوں میں حج کی ادائیگی کا حکم اس اجتماعی نظام کا کھلا ثبوت ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمان ہر حال میں شریعت کی پابندی کریں اور جس طرح مسجد کے امام کے پیچھے سب لوگ ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں، مسجد کے باہر کی زندگی میں بھی ایک امیر شریعت کے ماتحت ایک اور نیک بن کر زندگی گذاریں، اس لئے کہ مسلمان ایک امت، ایک جماعت ہے، اس کو اپنی اس حیثیت کو کسی بھی حال میں بھولنا نہیں چاہیئے، جب تک ہندوستان میں مسلم حکمراں تھے یہ مرکزیت مسلم حکمرانوں کے ذریعہ کسی حد تک قائم تھی، ۱۸۵۷ء میں مغلیہ حکومت کے ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کا اقتدار اور مسلمانوں کی اجتماعیت ختم ہوگئی، علماء کرام اور دردمندان ملت پھر سے مسلمانوں کو ایک جُٹ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، اور بالآخر امارت شرعیہ کے طریقہ کو اسلام کے اجتماعی نظام کے طور پر عمدہ پایا گیا اور ۱۹؍شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶؍جون ۱۹۲۱ء کو مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی تحریک کی قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ نے حمایت کی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی صدارت میں محلّہ پتھر کی مسجد، پٹنہ میں اجلاس ہوا اور امارت شرعیہ قائم کی گئی، یہ صوبہ بہار کے لیے بنائی گئی، اس وقت اڈیشہ وجھارکھنڈ بھی بہار کا حصہ تھا، اس لئے جب بہار کی تقسیم ہوئی اور پہلے اڈیشہ بہار سے الگ ہوا، پھر صوبہ جھارکھنڈ بنا تو بھی امارت شرعیہ پُرانے علاقہ بہار میں کام کرتی رہی اور اسے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا نام دیا گیا۔

اللہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق زندگی گذارنا، عام اور خاص لوگوں کو ان کی ذمہ داری بتانا، کلمہ طیبہ ہمارے یکجا رہنے کی بنیاد ہے، کلمہ طیبہ کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کو مضبوطی کے ساتھ ملائے اور بنائے رکھنا، جہاں تک ہوسکے اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے کوشش، قوانین خداوندی کے مطابق عدل وانصاف قائم کرنا، عام انسانوں کی خدمت، فلاحی رفاہی کاموں میں عملی شرکت، اسلامی تعلیم کے مطابق مختلف مذاہب اور فرقوں کے مابین بہتر تعلقات اور صلح وآشتی کا قیام، امارت شرعیہ کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے، ان امور پر کام کرنے کے لیے شعبۂ تبلیغ، شعبۂ تنظیم، شعبہ تعلیم، دارالقضاء، دارالافتاء، دارالاشاعت، تحفظ مسلمین، کتب خانہ، شعبہ امور مساجد، شعبہ خدمت، وفاق المدارس الاسلامیہ اور بیت المال وغیرہ قائم ہیں اور امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر وقت سرگرم عمل ہیں، امارت شرعیہ کے مکاتیب، دارالعلوم الاسلامیہ، المعہد العالی، قاضی نورالحسن میموریل اسکول پھلواری شریف، مولانا منت اللہ رحمانی اردو ہائی اسکول آسنسول، امارت پبلک اسکول گریڈیہہ ورانچی، اور سات ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ دینی وعصری تعلیم کے فروغ میں مشغول ہیں، خدمت خلق کے میدان میں تین ہوسپٹل بھی مریضوں کی ضرورت کو پوری کررہے ہیں، بیوہ کے وظائف، مصیبت کے وقت ریلیف کا کام، غریب بچیوں کی شادی مریضوں کے علاج وغیرہ کا کام اس کے علاوہ ہے، امارت شرعیہ کا ہفت روزہ ترجمان نقیب بھی اہتمام کے ساتھ نکلتا ہے، جس کے مضامین اچھے سماج کو بناتے، جانکاری کو بڑھاتے اور ملکی حالات وکوائف سے واقف کراتے ہیں اور نقیب پڑھنے والوں کی ذہنی تربیت میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے اسلامی قوانین کے مطابق معاملات حل کئے جاتے ہیں، اس وقت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں ۶۷؍دارالقضاء کام کررہے ہیں، دو دارالافتاء بھی مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کے لئے کام کررہا ہے، جن میں سے ایک مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف اور دوسرا جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ہے، امارت شرعیہ کے دارالقضاء ودارالافتاء کی ملک اور بیرون ملک میں اپنی بڑی پہچان ہے۔

امارت شرعیہ کا پورا نظام ایک امیر شریعت کے ماتحت چلتا ہے، سمع وطاعت اس کی بنیاد واساس ہے، قرآن واحادیث میں بھی امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، امیر کا انتخاب مجلس ارباب حل وعقد کرتی ہے، حضرت امیر شریعت کو مشورہ دینے کے لئے مجلس شوریٰ اور مجلس عاملہ قائم ہے، حضرت امیر شریعت کے فیصلے شعبۂ نظامت کے ذریعہ نافذ ہوتے ہیں، اس وقت قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی ہیں جو حضرت کے حکم کے مطابق مختلف شعبہ جات کے ذمہ داروں کی مدد سے ہدایات کو نافذ کراتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ قمر الدینؒ، حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ اور حضرت مولانا سید نظام الدینؒ امیر شریعت منتخب ہوئے اور ہر امیر شریعت کی ہدایات کو علماء، اہل علم اور عوام نے مانا اور اس پر عمل کیا، امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ کے عہد میں امارت شرعیہ کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی، ساتویں امیر شریعت کی حیثیت سے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی قیادت وامارت میں یہ کارواں تیزی سے ان دنوں رواں دواں ہے، حضرت کے وقت میں کام کا دائرہ کافی وسیع ہوا ہے اور انتہائی مضبوط بنیادوں پر کام جاری ہے۔

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی خدمات ہندوستانی مسلمانوں کے تحفظ میں خصوصیت کے ساتھ مثالی رہی ہے، مسلم پرسنل لا کی حفاظت کے لیے داخلی وخارجی سطح پر اس کی خدمات کا اعتراف پورے ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر بھی کیا جاتا ہے، گذشتہ سال سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف امارت شرعیہ نے منظّم تحریک چلائی، امارت شرعیہ کے ذمہ داران نے بہار کے مختلف مقامات پر منعقد احتجاج اور مظاہروں میں عملی طور پر شرکت کی اور اپنے خطاب سے عوام کے اندر اس تحریک کے حوالہ سے بیداری پیدا کی اور حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق شہریت سے متعلق کاغذات میں یکسانیت لانے کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا، جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلمانوں نے شہریت سے متعلق اپنے کاغذات درست کرائے، ووٹر ویری فیکیشن کے کام کو ترجیحی بنیاد پر کرایا گیا، تین طلاق بل کے خلاف خواتین کے دستخط اور احتجاجی مظاہرے کے ذریعہ حکومت کے سامنے اسلامی موقف رکھا گیا، اور عورتوں کو اسلامی قوانین کے تئیں حساس بنایا گیا، سیاسی جماعتوں اور وکلاء کے ساتھ الگ الگ پروگرام کرکے سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے سلسلے میں انہیں اس کے خلاف چلائی جارہی تحریک کا حصہ بننے پر آمادہ کیا گیا اور قانونی بحث ومباحثہ کے ذریعہ صحیح موقف لوگوں کے سامنے لایا گیا۔

اسی طرح کورونا کی وجہ سے لاک بندی کے زمانہ میں امارت شرعیہ نے ہر موقع پر ملت کی بروقت اور صحیح رہنمائی کی، غریب فاقہ کشوں کے درمیان بلا امتیاز مذہب غذائی اجناس اور ضروری اشیاء کی فراہمی کی گئی، جو طلبہ دوسری ریاستوں میں پھنسے ہوئے تھے انہیں وہاں کے ذمہ داروں سے رابطہ کرکے گھر تک پہونچانے کا کام کیا گیا، مساجد بند ہونے کی وجہ سے جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے سلسلہ میں شرعی احکام مسلمانوں تک پہونچائے گئے۔ مختصر یہ کہ جب بھی ملت کو جس قسم کی ضرورت محسوس ہوئی امارت شرعیہ خدمت کے لیے آگے آئی اور اس نے بروقت ضرورت کے مطابق اقدام کیے۔

ان سارے کاموں کے لیے رقم کی فراہمی بیت المال کے ذریعہ ہوتی ہے، جس میں مسلمانوں کے صدقات وزکوٰۃ، عطیات اور قومی محصول کی رقومات جمع ہوتی ہیں، امارت شرعیہ کی کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہے، اس کے ماہانہ اخراجات چونتیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار روپے ہیں، جب کہ تعمیرات اور وقتی امداد رسانی مثل ریلیف وغیرہ کی شمولیت کے ساتھ اس کا سالانہ بجٹ نو کروڑ باون لاکھ ستہتر ہزار روپے ہے، یہ سارے اخراجات عام مسلمانوں کی مدد سے پورے ہوتے ہیں، اللہ سے دعاء ہے کہ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی امارت اور رہنمائی میں امارت شرعیہ کا فیض مزید عام وتام ہو۔

### اچھی باتیں

’’حرام اور حلال پر کوئی لیبل نہیں لگا ہوتا، ان میں جو چیز فرق کرواتی ہے وہ ہے ’’خوف خدا‘‘ ☆ مجھے سانپوں سے ڈر نہیں لگتا؛ لیکن انسانوں سے ڈرتا ہوں؛ کیوں کہ سانپ اپنے دفاع کے لیے ڈستا ہے اور انسان اپنے مفاد کے لیے ☆ جس زبان سے ’’جھوٹ‘‘ نکلنا بند ہوجائے، اس زبان سے نکلی ہوئی ہر ’’دعا‘‘ قبول ہوجاتی ہے ☆ صرف انسان ہونا کافی نہیں انسان کے اندر انسانیت کا ہونا بھی ضروری ہے ☆ جھوٹ بول کر بھروسہ توڑنے سے بہتر ہے سچ بول کر رشتہ توڑ دیا جائے، رشتہ پھر سے جڑ سکتا ہے، بھروسہ کبھی نہیں جُڑتا۔‘‘ (حاصل مطالعہ)

### بلا تبصرہ

’’کورونا وبا کے خاتمہ کے بعد دنیا کسی اور الجھن میں گرفتار ہوجائے گی؛ کیوں کہ کورونا کے دور میں بھی طاقتور ملکوں کو یہ خیال نہیں تھا کہ متحدہ طور پر اس وبا سے نمٹنے کی کوشش کریں؛ بلکہ سب اپنے آپ میں الجھے رہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن پر دنیا کے عام لوگوں کو بھروسہ تھا؛ لیکن کورونا نے اس کا بھرم توڑ دیا، اس سے وابستہ ذمہ دار لوگ بار بار بیان بدلتے رہے، کورونا کے آنے پر ابتداء میں وہ یہ پتہ کرنے میں ناکام رہے کہ یہ وبا ایک آدمی سے دوسرے آدمی میں پھیلتی ہے۔‘‘ (راشٹریہ سہارا یکم جنوری ۲۰۲۱ء)

## اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

### اے نفس! ذرا انصاف کر

اوراس وقت کو یادکرو جب تم تعداد میں بہت تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لیں، پھراللہ نے تمہارے لئے پناہ گاہ فراہم کی، اپنی مدد کے ذریعہ طاقت پہونچائی اورتم کو پاکیزہ کھانے کی چیزیں عطا کیں، تاکہ تم شکرادا کرتے رہو۔(سورہ انفال: آیت ۲۵)

**مطلب:۔** محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تیرہ سالہ مکی زندگی نہایت کرب واضطراب میں گذری، اس عہد میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انہیں بھی طرح طرح کی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، صحابہ کرام کی تعداد بھی تھوڑی تھی اور وسائل سے بھی محروم تھے، جب صحابہ ہجرت کرکے مدینہ آئے تو آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھی، یہاں اللہ نے انہیں قوت وتوانائی عطا کی، انصار ومہاجرین میں رشتۂ مواخات قائم ہوا، خوشحالی آئی، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ صحابہ کرام کا اللہ پر اعتماد ویقین پختہ تھا، اس لئے ان کے ساتھ اللہ کی غیبی نصرت ومدد ان کے شامل حال تھی، انہوں نے اللہ کے دین کی نصرت کی خاطر جانیں قربان کیں تو اللہ نے ان کے لئے فتوحات کے دروازے کھولے، صحابہ کرام کی دعوت وتبلیغ اور اس راستہ میں ہونے والی جانی ومالی قربانیوں کے نتیجہ میں اسلام کی روشنی دنیا کے مختلف خطوں میں پہونچی اور اہل ایمان عزت وترقی کی شاہ راہوں سے گذرتے رہے؛ لیکن جب سے مسلمانوں کے اندر پست ہمتی، بزدلی بلکہ کردارکشی کا مزاج بنا اس وقت سے ہماری شناخت وپہچان مٹنی شروع ہوگئی، ذرا غور کیجئے کہ آج دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے، حکومت وسطوت اور مال ودولت کی فراوانی ہے، سونے کے فولادی ذخائر اور پٹرول کے کنویں، دوسری معدنیات مسلم ممالک کے پاس ہیں، کویت وعراق اور سعودی عرب میں اللہ نے کتنے خزانے رکھے ہیں، یہ سب قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں، اگر یہ ممالک تیل پر پابندی عائد کردیں تو یورپی ممالک کی صنعتیں دم توڑ دیں گی، اگر مسلم ممالک عالمی بینکوں سے اپنا محفوظ سرمایہ نکال لیں تو دیوالیہ ہوجائے گا، اس کے باوجود ہم دنیا میں بے وقعت ہیں، ہماری زندگی شکست خوردگی اور کسمپرسی کی گذر رہی ہے، وجہ یہی ہے کہ ہمارے کردار وعمل اور قول وفعل میں تضاد پیدا ہوگیا، آپسی رسہ کشی نے ہماری اجتماعی قوت کو کمزور کردیا ہے، بے جا مال ودولت کی حرص اور جاہ ومنصب کی طلب نے حق وباطل تک رسائی کے لئے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ ذلت ونکبت مقدر بنتی جارہی ہے اور ہماری ان کمزوریوں سے غیر فائدہ اٹھارہے ہیں، ارض فلسطین کا تقدس پامال ہورہا ہے، مسلمانوں کو بے دخل کرنے کے لئے یہودی سارے حربے استعمال کررہے ہیں اور مسلم ممالک دوستی کا ہاتھ بڑھاکر مسلمانوں کے زخموں کو کریدرہے ہیں اور بعضے تو وہ ہیں جو تماشا بینی کا رول ادا کررہے ہیں، یہ وہ حالات ہیں جن کی وجہ سے ہرجگہ مسلمان بے حیثیت ہورہے ہیں، اگر دنیا کے سارے مسلمان صحابہ کے طرز زندگی اور طریقہ عمل کو اپنالیں تو ہماری عظمت دوبارہ بحال ہوسکتی ہے، آیئے! توبہ وندامت کے آنسو بہائیں، اپنی حالت میں تبدیلی لائیں، صبح کا بھولا ہوا اگر شام کو گھر واپس آجائے تو اس کو بھولا ہوا نہیں کہتے، اگر جوانی بھولے میں گذری، بڑھاپے کی شام میں اللہ کے در پر آجایئے، اللہ کی طرف متوجہ ہویئے، یقین مانئے کہ اللہ تمام مسائل کو حل فرمائیں گے۔

### اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے پراگندہ حال، دروازوں سے دھتکار دیئے گئے، ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کردے۔(مشکوٰۃ شریف)

**وضاحت:۔** اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف النوع فکر وخیال اور مزاج وطبیعت کے لوگوں کو پیدا کیا، آپ دیکھیں گے کہ کسی کے مزاج میں حد درجہ نرمی وملاطفت ہوگی اور کوئی شخص تند مزاج اور ترش رو ہوگا، اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی ہیں جن کی نیکوکاری وپرہیزگاری کی شہرت ہوگی، اصلاح باطن کے جذبے سے لوگ ان کے گرد جمع ہوں گے، اور چند ایسے بھی خدا رسیدہ لوگ ہیں جو گمنامی کی زندگی گذارنا پسند کرتے ہیں، بس وہ صرف اللہ کی یاد میں، ذکر وتلاوت میں لگے رہتے ہیں، معمولی کھانوں پر اکتفا کرتے ہیں، موٹے جھوٹے کپڑے زیب تن کرتے ہیں بسا اوقات ان کے کپڑوں میں دوہرا بخیہ ہوتا ہے، پھٹے کپڑوں پر ہررنگ کے پیوند لگے ہوتے ہیں، ان کی ظاہری ہیئت کو دیکھ کر ان کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی، انہیں شرفا اپنی مجلسوں میں بیٹھانا عار محسوس کرتے ہیں، اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو لوگ ان کی پراگندگی کو دیکھ کر دھتکار دیں، مگر وہ اللہ کے ایسے مقرب اور محبوب بندے ہوتے ہیں کہ اللہ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے، اور اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی لاج رکھتا ہے، اور ان کی قسم بھی پوری کرتا ہے، اسی لئے حدیث پاک میں اس بات کی ہدایت فرمائی گئی کہ اللہ کے بہت سے محبوب بندے پراگندہ حال ہوتے ہیں جنہیں تم نہیں پہچانتے مگر وہ ایسے صاحب کمال وباکردار ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان پر خاص نظر عنایت ہوتی، لہٰذا! تم ایسے ولی کامل کے ساتھ غلط سلوک نہ کرو، ان کا مقام اللہ کے یہاں بہت بلند ہے، ''**هم اناس لايشقى جليسهم**'' یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے بدقسمت نہیں ہوسکتے، اللہ کے ایسے دوستوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے، **لَهُم الْبُشْرىٰ فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَفِي الآخِرَة**، ان کے لئے دین ودنیا دونوں جگہ میں خوشخبری ہے، اس لئے اللہ کے ایسے مقرب بندوں کی قربت کو اپنی سعادت سمجھیں، ان کی مجلسوں اور بزرگانہ کلمات کو غور سے سنیں۔

## دینی مسائل

(از: مفتی محمد احتکام الحق قاسمی)

### موت کے وقت کس رخ میں لٹایا جائے

آدمی کی جب روح نکلنے لگے تو اس وقت اس کو کس جانب رخ کرکے لٹایا جائے گا، کیا پورب سر اور پچھّم پیر کرکے لٹایا جاسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

میت کی روح نکلنے میں جس طرح آسانی ہو، اس طرح لٹا سکتے ہیں، شرعاً جائز ودرست ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ روح نکلنے کے وقت میت کا رخ قبلہ کی جانب ہو جس کے لئے قبر میں لٹانے کی طرح دائیں کروٹ پر اتر سر اور دکھن پیر کرکے لٹایا جائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ پچھّم پیر اور پورب سر کرکے لٹایا جائے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر کچھ اونچا کردیا جائے تاکہ چہرہ کا رخ قبلہ جانب ہو۔ **واذا احتضر الرجل وجه الى القبلة على شقه الايمن اعتبارا بحال الوضع فى القبر لانه اشرف عليه والمختار فى بلادنا استلقاء لانه أيسر لخروج الروح والاول هو السنة (هدايه باب الجنائز ۱/۱۷۸)**

**(يوجه المحتضر).... (القبلة) على يمينه هو السنة (وجاز الاستلقاء) على ظهره (وقدماه اليها) وهو المعتاد فى زماننا (و) لكن (يرفع راسه قليلا) ليتوجه للقبلة (وقيل يوضع كما تيسر على الاصح) (الدر المختار على صدر ردالمحتار ۳/۷۷، ۷۸)**

### روح نکلنے یا غسل کرانے کے بعد کس رخ میں لٹایا جائے

روح نکل جانے یا غسل کرادینے کے بعد میت کو پورب پچھّم لٹایا جائے یا اتر دکھن، بعض جگہوں پر پورب کی جانب پیر کرکے لٹانے کا رواج ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

روح نکل جانے یا غسل کرانے کے بعد افضل طریقہ کے مطابق میت کو اتر سر اور دکھن پیر کرکے ہی لٹایا جائے، پورب اور پچھّم لٹانے سے پرہیز کیا جائے الا یہ کہ جگہ وغیرہ کی کوئی دقت اور دشواری ہو۔

(مستفاد فتاویٰ محمودیہ ۸/۴۸۲)

### غسل کے وقت میت کا رخ

میت کو غسل کرانے کے لئے کس رخ میں لٹایا جائے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

غسل کراتے وقت میت کو اتر دکھن، پورب پچھّم (مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق) جس طرح سہولت ہو لٹا سکتے ہیں شرعاً جائز ودرست ہے۔

**ويوضع الميت كيف مااتفق على الاصح قاله شمس الائمه السرخسى وقيل عرضا وقيل الى القبلة فتكون رجلاه اليها كالمريض اذا اراد الصلوة ايماء (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ۳۱۰)**

### شوہر کا اپنی مرحومہ بیوی کا چہرہ دیکھنا

بیوی کا انتقال ہوگیا، شوہر کی خواہش یہ ہے کہ اپنی بیوی کا آخری دیدار کرے، کیا وہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، اس کے جنازہ کو کاندھا دے سکتا ہے اور قبر میں اتار سکتا ہے؟۔

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

بیوی کے انتقال کے بعد شوہر اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے، جنازہ کی چارپائی کو کندھا بھی دے سکتا ہے، اور اگر اس کا کوئی محرم نہ ہو تو قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔

**ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر اليها على الاصح (الدر المختار على صدر ردالمحتار ۳/۹۰)**

### میت کو قبر میں کس طرح لٹایا جائے

بعض جگہوں پر میت کو قبر میں چت لٹا کر چہرہ کو قبلہ کی طرف کردیا جاتا ہے، صحیح اور بہتر طریقہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

میت کو قبر میں چت لٹا کر چہرہ کو قبلہ رخ کردینا بھی صحیح اور درست ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ پورے طور پر دائیں کروٹ (قبر کی دیوار کے سہارے) لٹا کر چہرہ اور سینہ دونوں کا رخ قبلہ کی جانب کیا جائے۔

**ويوضع فى القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة كذا فى الخلاصه (الفتاوىٰ الهنديه ۱/۱۶۶)**

### کیا میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا ضروری ہے

بعض حضرات میت کو غسل دینے کے بعد لازماً غسل کرتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ غسل کرنا واجب ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟۔

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

میت کو غسل دینے کے بعد غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب نہیں ہے کرلے تو بہتر ہے۔

**عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس عليكم فى غسل ميتكم غسل اذا غسلتموه فان ميتكم ليس بنجس فحسبكم أن تغسلوا ايديكم (المستدرك للحاكم كتاب الجنائز ۱/۳۸۶)**

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف

پھلواری شریف

جلدنمبر 61/71 شمارہ نمبر 02 مورخہ ۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۱/جنوری ۲۰۲۱ء روز سوموار

## اسقاط حمل

خاندانی منصوبہ بندی ان دنوں ایک فیشن بن گیا ہے، ''ہم دو، ہمارے دو'' اور ''دو ہی بچے گھر میں اچھے'' کے نعروں نے کئی ملکوں میں اپنا رنگ دکھایا اور وہاں افرادی قوت کی کمی ہوگئی، اس صورت حال کو بدلنے کے لیے حکومتی سطح پر ایک سے زائد بچوں کی اجازت دی گئی؛ لیکن عورتیں اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کو تیار نہیں ہیں، حمل کا استقرار ہو ہی جائے تو وہ اسقاطِ حمل کے مختلف طریقے اپناتی ہیں اور قبل اس کے کہ بچہ اس دنیا کا منہ دیکھے، دوسری دنیا میں پہونچا دیا جاتا ہے، بیش تر حالتوں میں پیٹ میں پل رہے بچے کی چیخ ماں کے پیٹ میں ہی دم توڑ دیتی ہے۔

اعداد وشمار کے اعتبار سے دنیا کے سرسٹھ (۶۷) ممالک میں اسقاط حمل کے لیے کوئی وجہ نہیں بتانی ہوتی ہے، ۵۶/ ملکوں میں عورت کے ذہنی تناؤ کی وجہ سے اسقاط حمل کی اجازت دی جاتی ہے، ۱۴/ملکوں میں اسقاط حمل کی عام اجازت ہے، جب کہ ۲۶/ممالک میں اسقاط حمل کی اجازت کسی بھی حال میں نہیں دی جاتی۔

ہندوستان میں خاندانی منصوبہ بندی کے مختلف طریقوں کے ناکام ہوجانے کے بعد ''ان چاہے'' بچوں کو ساقط کرانے کے واقعات کثرت سے ہورہے ہیں، ''ان چاہے بچوں'' میں بڑی تعداد ان بچیوں کی ہوتی ہے، جس کا پتہ الٹرا ساؤنڈ سے لگا کر خاموشی سے انہیں ضائع کرا دیا جاتا ہے، ہندوستان میں ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال پانچ کروڑ حمل کا اسقاط کرایا جاتا ہے، ۲۰۲۰ء میں تقریباً ۸۔۴/کروڑ لوگوں نے اپنا حمل ضائع کرایا، ۲۰۱۵ء میں لیسنٹ گلوبل ہیلتھ کے مطابق یہ تعداد صرف ۵۶۔۱/کروڑ تھی، حالاں کہ ہندوستان میں اسقاط کی اجازت چند شرائط کے ساتھ دی جاتی ہے اور قانونی طور پر اگر حمل بیس ہفتے کا ہے تو ایک ڈاکٹر اور اگر چوبیس ہفتے کا ہے تو دو ڈاکٹروں کی اجازت لینی ضروری ہے۔

اسقاط حمل کا یہ عمل ۸۱/فی صد حالتوں میں گھر میں ہی دوا یا نرسوں کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے، چودہ فی صد حالتوں میں طبی مراکز اور پانچ فی صد معاملات میں اسپتال سے باہر غیر محفوظ طریقے پر اسے انجام دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی کبھی زچہ کی جان پر بن آتی ہے۔ ہندو پاک، بنگلہ دیش اور نیپال کا جائزہ لیں تو ۵/فی صد پاکستان ۲ء۴/فی صد نیپال، ۹ء۳/فی صد بنگلہ دیش اور ۸ء۳/فی صد اسقاط کے واقعات ہندوستان میں درج کیے گئے ہیں۔

ابھی حال ہی میں ارجینٹینا کی سینٹ نے اسقاط حمل کو قانونی طور پر منظوری دے دی ہے، اس کے اعتبار سے چودہ ہفتے تک حمل کو اپنی مرضی سے ضائع کرنے کی اجازت ہوگی، اس بل کی حمایت میں اڑتیس (۳۸) اور خلاف میں انتیس (۲۹) ووٹ ہی پڑے، ایک رکن نے اس میں حصہ نہیں لیا، چرچ نے اس بل کی پرزور مخالفت کی تھی، اس کے باوجود سب سے بڑے لیٹن امریکی ملک ارجینٹینا نے اسے پاس کر دیا، ۲۰۱۸ء میں ارجینٹینا کے ایوان نے اسے منظوری نہیں دی تھی، اس کے قبل لیٹن امریکہ میں صرف اُرگوے، کیوبا، گویانا، میکسیکو سٹی میں اسقاط حمل کی قانوناً اجازت تھی۔

اسلام اسقاط حمل کے طریقوں کو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیتا ہے، جس کی اجازت بعض مخصوص حالات کے علاوہ قطعاً نہیں دی جاتی، ان مخصوص حالات کے سلسلے میں مقامی علماء، اور صاحب افتاء سے رجوع کیا جاسکتا ہے، عمومی طور پر شریعت کی نظر میں یہ ایک ناجائز عمل ہے، جس کے بارے میں قیامت کے دن دریافت کیا جائے گا کہ انہیں کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔

## پٹنہ ہائی کورٹ کی حالت زار

عدالت کے حوالہ سے یہ بات کہی جاتی رہی ہے کہ انصاف میں تاخیر بھی ناانصافی ہے؛ لیکن یہ ناانصافی ہندوستان کی دیرینہ روایت بن گئی ہے، اس کی وجہ عدالتوں پر معاملات ومقدمات کا بڑھتا بوجھ ہے، یہ اس صورت میں ہے جب بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ میں بہت سارے عائلی اور خانگی معاملات دارالقضاء کے ذریعہ حل کر دئے جاتے ہیں، یہ ایک طرح سے ہندوستانی عدالت کا تعاون ہے جو ثالثی ایکٹ کے تحت انجام دیا جاتا ہے، تصور کیجئے اگر دارالقضاء اور پنچایتی راج کے تحت آپسی نزاعات حل نہ کیے جائیں تو لوگوں کو انصاف کے لیے کس قدر انتظار کرنا پڑے گا۔

تاخیر کی بڑی وجہ عدالتوں پر بڑھتا بوجھ اور ججوں کی گھٹتی تعداد ہے، اس کو پٹنہ ہائی کورٹ کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے، پٹنہ ہائی کورٹ میں ججوں کی منظور شدہ تعداد ترپن ہے، ۶۰۔۱/لاکھ سے زائد مقدمات ہائی کورٹ میں منتظر سماعت ہیں، جب کہ ابھی پٹنہ ہائی کورٹ میں صرف بائیس جج ہیں، ۱/فروری ۲۰۲۱ء کو جسٹس ہیمنت کمار شری واستو کے سبکدوش ہونے کے بعد یہ تعداد صرف اکیس رہ جائے گی، اس طرح فروری سے صرف اکیس جج حضرات ترپن ججوں کے کام کو دیکھیں گے، ایسے میں سماعت اور فیصلوں میں تیزی کس طرح آئے گی، عقل سے باہر ہے۔

ججوں کی تقرری کا عمل کولیجیم کے ذریعہ عمل میں آتا ہے، ہائی کورٹ میں چیف جسٹس اور دو سینئر ججوں پر مشتمل یہ کولیجیم ہوتا ہے، جسے وکیل کوٹے اور عدالتی ملازمین میں سے ججوں کے انتخاب کا حق ہوتا ہے، صورت حال یہ ہے کہ ہائی کورٹ کولیجیم نے ابھی تک کسی کا نام سپریم کورٹ کو نہیں بھیجا ہے، سابق چیف جسٹس اے پی شاہی کی صدارت والی کولیجیم نے جن ناموں کی سفارش کی تھی اسے سپریم کورٹ کولیجیم نے منظوری نہیں دی، اور اسے واپس کر دیا، نیا ہائی کورٹ کولیجیم جسٹس سنجے کرول، جسٹس ہیمنت کمار اور جسٹس شواجی پانڈے پر مشتمل ہے، جنہیں نئے ججوں کی تقرری کے لیے سپریم کورٹ کو سفارش بھیجنی ہے، اگر اس کام میں تاخیر کی گئی تو یکم فروری کے بعد کولیجیم کے کم از کم ایک رکن بدل جائیں گے، جن کا نام اشونی کمار سنگھ ہے، کیوں کہ یکم فروری کو جسٹس ہیمنت کمار کی سبکدوشی کے بعد وہی سنیئر جج ہیں۔

عدالت سے جڑے لوگوں کو امید تھی کہ روی شنکر پرساد وزیر قانون ہیں، اور وہ پٹنہ ہائی کورٹ میں ہی وکیل تھے، اس لیے ان کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے پٹنہ ہائی کورٹ کی حالت زار بدلے گی، ان کی خصوصی توجہ کی توقعات کو بالکل بے بنیاد بھی نہیں کہا جاسکتا وہ چاہیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں؛ لیکن صورت حال اب بھی جوں کی توں بنی ہوئی ہے۔

## ترقی کے امکانات

آنندولی پتنا پورم بلاک کیرالہ میں صفائی مزدوروں کے طور پر کام کرتی تھی، اس نے ۲۰۱۱ء میں بلاک جوائن کیا تھا، صفائی کے ساتھ چائے پانی پہونچانا بھی اس کی ذمہ داری تھی، شروع میں اسے صرف دو ہزار ماہانہ ملتا تھا، ان دنوں اس کی ماہانہ تنخواہ چھ ہزار ہوگئی تھی، اس نے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی تھی۔

کیرالہ کے حالیہ پنچایت انتخاب میں آنندولی ایل ڈی ایف امیدوار کی حیثیت سے منتخب ہو کر بلاک پنچایت پہونچیں، ایل ڈی ایف نے صدر کے امیدوار کی حیثیت سے انہیں پیش کیا، اور وہ بآسانی جیت گئیں، کیوں کہ یہ عہدہ خواتین کے لیے ہی مخصوص تھا۔

آنندولی کے صفائی مزدور سے بلاک صدر کے عہدے تک پہونچنے میں دو اہم سبق ہے، ایک تو یہ کہ پڑھنے لکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کام کو حقیر سمجھا جائے، آنندولی نے انٹر تک تعلیم حاصل کی تھی؛ لیکن اس نے صفائی کرمچاری کے طور پر ملازمت کرنے کو حقیر نہیں سمجھا، اور کم وبیش دس سال اسی کام کو انجام دیتی رہی، دوسرا بڑا سبق یہ ہے کہ آپ کسی کام سے لگے ہوں، ترقی کے امکانات ختم نہیں ہوتے، آپ کے پاس محنت، لگن اور ترقی کی خواہش ہو تو آپ بڑے سے بڑے عہدے تک ترقی کر سکتے ہیں، اب اگر کوئی خود اپنی ترقی کے دروازے بند کرلے تو دوسرا کیا کرسکتا ہے،

آنندولی کہتی ہیں کہ چائے پانی پہونچانے کے درمیان پنچایت ارکان کی بحثوں کو سن کر میرے اندر سیاسی شعور پیدا ہوا، اور اس شعور نے انہیں اس بڑے عہدے تک پہونچا دیا، معلوم ہوا کہ ترقی کے امکانات کبھی ختم نہیں ہوتے، شرط یہ ہے کہ آپ موقع کا بروقت صحیح استعمال کرنا جانتے ہوں۔

## ایماندار افسروں کا حشر

جب سماج میں بدعنوانی اور بے ایمانی کا بول بالا ہوجاتا ہے تو ایمان دار افسروں کے لیے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی دشوار ہوجاتی ہے، ایسا سرکاری محکموں میں زیادہ ہورہا ہے، روپا دیوا کر میداگل کرناٹک کیڈر ۲۰۰۲ بیچ کی آئی پی اس افسر ہیں، بیس سالہ ملازمت کے دوران اب تک چالیس بار ان کا تبادلہ ہوچکا ہے، ابھی حال ہی میں انہوں نے بنگلورو سیف سیٹی پروجکٹ کے ٹینڈر میں کئی کروڑ روپے کے ٹنڈر گھوٹالے کا پردہ فاش کیا تھا، جس کی وجہ سے داخلہ سکریٹریٹ سے اٹھا کر ہینڈلوم امپوریم میں ان کا تبادلہ کر دیا گیا؛ کیوں کہ انہوں نے اپنے ہی محکمہ کے افسر ہیمنت نبلکر کے خلاف بدعنوانی میں ملوث ہونے کا الزام لگایا تھا، اس کے قبل ایک ام ال سی کو انہوں نے فساد بھڑکانے کے الزام میں گرفتار کرلیا تھا، جس کی وجہ سے انہیں اسپیکر کے سامنے بھی پیش ہونا پڑا تھا، انہوں نے جے للیتا کی قریبی معاون ششی کلا کے ذریعہ جیل افسران سے سہولتوں کے حصول سے متعلق ڈیل پر بھی آواز اٹھائی تھی جس کی وجہ سے ان کے اوپر ہتک عزتی کے بدلے بیس کروڑ روپے ہرجانہ کا مقدمہ بھی کیا گیا تھا۔

روپا کا کہنا ہے کہ تبادلہ ہماری ملازت کا ایک حصہ ہے اور ہم بدعنوانی کے بارے میں خاموش رہ کر اپنے اوپر کے افسروں کو خوش کرنا نہیں چاہتے، ہمارے بہت سارے رفقاء کار اپنی زبان نہیں کھولتے اور چپی سادھے رہتے ہیں، تاکہ وہ ذہنی تناؤ سے بچے رہیں، ڈی روپا کو مسلسل ۲۰۱۶ء اور ۲۰۱۷ء میں صدر جمہوریہ کی جانب سے پولس پدک مل چکا ہے، ایسے بڑے افسر کے ساتھ یہ سلوک ہے تو چھوٹے ایماندار افسران کس قدر اس قسم کے سلوک کا شکار ہوتے ہوں گے، سوچنا سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ ڈی روپا اکیلی افسر ہیں، جنہیں ایمانداری کی سزا مل رہی ہے، ان دنوں یہ عام سی بات ہے، ہریانہ کے آئی اے اس افسر اشوک کھیما کو ایمانداری کی جو سزا ملی وہ لوگوں کے زبان زد ہے، انہیں معطلی اور برخواستگی تک کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

## بھارت دو سمتوں میں

دستور ہند نے مذہبی آزادی اور تعلیم وتہذیب کے فروغ کے لیے ادارے قائم کرنے کا جو حق دیا ہے اس کو ملک کے چند ناعاقبت اندیش سیاست داں ختم کرنا یا سلب کرنا چاہتے ہیں، عرصہ سے ریاست آسام میں مسلمانوں کے مذہبی ادارے قائم ہیں، جن میں بعض مدرسوں کو سرکاری مراعات بھی حاصل ہیں، آسام کی حکومت ان مدرسوں کو بند کر کے اسے عصری تعلیمی اداروں میں تبدیل کرنے کا قانون بنا چکی ہے، ایک طرف مدرسوں کو مقفل کیا جارہا ہے تو دوسری طرف راجستھان کی حکومت اپنے یہاں کے مدرسوں کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے گرانٹ میں اضافہ کررہی ہے، اور دست تعاون بھی بڑھا رہی ہے، ایک ہی ملک میں دو متضاد نظریے کام کررہے ہیں، یہ دورنگی پالیسی ملک کی ترقی اور سالمیت کے لئے بڑی رکاوٹ ہے، آسام کے مسلمانوں نے اپنی دینی ومذہبی تعلیم کے فروغ کے لئے زمینیں وقف کیں، گاڑھی کمائی سے عمارتیں تعمیر کرائیں، کیا صرف اس بنیاد پر حکومت اس کو بند کر دینا چاہتی ہے کہ وہ معمولی سرکاری مراعات دیا کرتی تھی، آخر یہ کون سی دانشمندی ہے، اور یہ نظریہ ملک کو کس خطرناک راہ پر لے جارہا ہے، ہم آسام حکومت کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ پوری قوت کے ساتھ ان سازشوں کا مقابلہ کریں اور خود کفیل مدارس ومکاتب کے نظام کو وسعت دیں، کیوں کہ اسی کے ذریعہ ہمارے دین وایمان اور تہذیب وثقافت کی حفاظت ہوسکتی ہے۔

## یادوں کے چراغ

✍: مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ

# قطب عالم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ

ہندوستان اور دنیا کے دیگر وہ ممالک جہاں اسلام تیزی سے پھیلا، ان میں بوریانشینوں اوراہل اللہ کا نمایاں کرداراور حصہ رہاہے، یکے بعد دیگرے اقطاب وابدال اورشیوخ ومخدوم ہرزمانے اور ہرعلاقہ میں اللہ نے عطا کئے، جنہوں نے اپنی غیبی اور روحانی کمالات، اخلاق وکردار، اعمال واطوار، تقویٰ وطہارت، عبادت وریاضت، تواضع اور بے نفسی سے خلق خدا کوسیراب و فیضیاب کیا، اوراپنی کیمیااثر صحبت وتوجہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے قریب کیااوران کا مطیع بنایا، یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی زندہ ہیں، ان کی روشن تعلیمات، ملفوظات، اخلاق و عادات اوراوراد ووظائف سے لوگ اسی طرح فیضیاب ہورہے ہیں جس طرح ان کی زندگی میں۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

ان ہی برگزیدہ اولیاء اور بزرگوں میں ایک بلند و بالا شخصیت، قطب عالم، مجدد العلم والعرفاں حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ کی ہے، جن کے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور مجاہدانہ زندگی سے ہزاروں جاں بلب انسانوں کو توانائی ملی اور وہ راہ راست پر آئے۔

آپ کی ولادت ۳/شعبان ۱۲۶۶ھ مطابق ۲۸/جولائی ۱۸۴۶ء میں کانپور میں ہوئی اور وفات ۹/ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۳/دسمبر ۱۹۲۷ء کو مونگیر میں ہوئی، آپ کا سلسلہ نسب بہت اعلیٰ اور ارفع ہے جو کئی پشت بعد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کے آباء واجداد بخارا، ملتان اور مظفرنگر کے اطراف واکناف کو اپنے فیوض وبرکات سے سیراب کرتے ہوئے پہلے کانپور تشریف لائے، پھر آپ علیہ الرحمہ کا ورود مسعود اپنے مرشد حضرت مولانا فضل رحماں گنج مرادآبادیؒ کے حکم سے مونگیر ہوا، آپ نے اپنی اصلاحی وتجدیدی خدمات کے ذریعہ مونگیر اور اس کے اطراف واکناف کو ارتداد وگمرہی سے بچایا اور پورے خطہ کو سنوارنے میں اس قدر جدوجہد فرمائی کہ نام لیے بغیر بھی کوئی "حضرت مونگیریؒ" کہے تو اس سے مراد آپ ہی کی ذات سمجھی جاتی ہے۔

آپ کی عمر صرف دوسال کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا، دادا حضرت سید شاہ غوث علی کے لطف وشفقت اور چچا سید ظہور علی کی خصوصی محبت ونگرانی میں تربیت پائی، لیکن مشیت ایزدی دیکھئے، دس بارہ سال کی عمر میں دادا اور چچا دونوں کی شفقت کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اوراب گھر کی خواتین سمیت ۵/۶ افراد کی ذمہ داریاں بھی آپ کے کمزور کاندھوں پر آگئیں، اس وقت کے حالات آپ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم نے عربی شروع کی، ہمارے ساتھ پڑھنے والوں میں ایک شخص "حافظ امام علی" بڑے صالح اور ہمارے اچھے دوست تھے، ہم ان سے بات چیت کیا کرتے تھے، ان ہی دنوں خیال آیا کہ گزراوقات کی تمہارے کوئی صورت نہیں ہے اور تمہارے ذمہ پانچ عورتیں ہیں، کیونکر بسر اوقات ہوگی، یہ خیال بڑھنا شروع ہوا، یہاں تک کہ پڑھنا مشکل ہوگیا، حافظ صاحب سے اس کا ذکر کیا، حافظ صاحب نے "سراج السالکین" دی اور کہا کہ رزق کا بیان دیکھو۔ اس سے پہلے آیات واحادیث سے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ سب کے رزق کا ضامن ہے اور قسمیں کھا کر وہ ضمانت لیتا ہے، اس کے بعد اس میں یہ لکھا ہے "اب ذرا غور کرو کہ اگر کوئی ادنیٰ شخص تمہاری دعوت کسی وقت کردے تو تمہیں اس شخص کی بات پر اس قدر اطمینان ہوجاتا ہے کہ اس وقت کھانے کی تلاش کا تو کیا ذکر ہے، گھر میں کھانا پکانے کو منع کردیتے ہو، کسی اور کی دعوت قبول نہیں کرتے، اسی کے قول پر اعتماد کیے بیٹھے رہتے ہو اور تمہارے دل میں ذرا بھی دغدغہ نہیں ہوتا، یہاں احکم الحاکمین، قادر مطلق قسمیں کھا کر ضمانت لیتا ہے اور تمہیں اس پر اعتماد نہیں ہوتا، اور روزی کی فکر میں اس قدر پریشان ہوتے ہو کہ روزی رساں کو بھول جاتے ہو"۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ "جس وقت یہ بیان دیکھا اسی وقت دل مطمئن ہوگیا اور پریشانی بالکل جاتی رہی اور بدستور تحصیل عربی علوم میں مشغول ہوگئے اور کسی قسم کی پریشانی قلب میں باقی نہ رہی"

(سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ص:۹ تا ۱۰)

صغرسنی میں ہی آپ کو عشق رسول کا چسکہ لگ گیا، حُب رسولؐ میں بے چین اور بے خود رہا کرتے تھے، مدینہ پاک اور روضۂ اقدس کی زیارت کا شوق و ذوق اس قدر بڑھتا گیا کہ غلبۂ محبت میں آنکھیں سرخ اوراشکبار رہتیں، نعت پاک سنتے ہی حالت غیر ہوجاتی اور بلک بلک کر رونے لگتے، آنکھوں کے آنسو اور دل بے قابو ہوجاتے، ذرا سوچئے کہ اس چھوٹی عمر کے عاشق رسولؐ پر کیا گذرتا رہا ہوگا جو ایک طرف عشق رسول میں گرفتار اور دوسری طرف فقروتنگ دستی کی صعوبتیں جھیل رہا تھا۔ ان حالات و کیفیات کا تذکرہ صاحب کمالات محمدیہ اس انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ ہم بارہ تیرہ برس یا زیادہ سے زیادہ چودہ برس کے ہوں گے کہ زیارت مدینہ طیبہ اور روضۂ منورہ کا شوق نہایت غالب ہوا، یہاں تک کہ تنہا بیٹھ کر رویا کرتا، والدہ ماجدہ یہ دیکھ کر سخت متردد ہوتیں کہ کوئی سامان اور زادسفر نہیں، گھر میں پانچ عورتیں ہیں اور جانا ہو تو سب چلیں، گھر میں اتنا سامان نہیں کہ ایک آدمی بھی جاسکے، مجبور ہوکر یہ قصد کرلیا کہ رہنے کا مکان فروخت کریں اور چلیں" اللہ رے استغناء اور عالی ہمتی، اس کمسنی میں یہ خیال بھی نہ آیا کہ کسی امیر سے اپنی حالت کہیں، اپنے رہنے کا چھوٹا سا مکان تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس کے نثار کرنے کا قصد کرلیا؛ مگر مشیت ایزدی اس کی خواستگار نہ ہوئی، ہندوستان میں تعلیم وتربیت پاکر وہاں جانا تھا، اس لیے غیبی سامان یہ ہوا کہ اسی عرصہ میں ایک درویش کامل جن کا نام "حضرت عبد اللہ شاہؒ" تھا، تشریف لائے، حضرت قبلہ کی عادت تھی کہ جب کسی درویش کو سنا، ملاقات کے لیے پہونچ گئے، حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ بیٹھتے ہی انہوں نے کہا: "بابا! تم کو مدینہ طیبہ جانے کا شوق ہے؟ حضرت نے جواب دیا "جی ہاں"! شاہ صاحبؒ نے فرمایا: ابھی نہ جاؤ، حضرت نے کہا کہ: دل قابو میں نہیں ہے، جواب دیا کہ قابو میں ہوجائے گا؛ یہ کہتے ہی دل کا اضطراب جاتا رہا" (سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ص:۱۱/۱۲)

اس واقعہ کے بعد مدینہ پاک کی فوری حاضری کے لیے اضطراری کیفیت تو ختم ہوئی؛ مگر عشق الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چنگاری بڑھتی گئی، اب اہل اللہ کی تلاش وجستجو اوران کی صحبت وتربیت کے لیے بے قرار رہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور خزانۂ غیب سے دوائے دل کا نظم اس طرح فرمایا کہ ایک صاحبِ حال بزرگ "حضرت حافظ محمد صاحب نوراللہ مرقدہ" سے آپ کی ملاقات ہوئی، انہوں نے آپ کی قلبی کیفیت کو دیکھ کر محسوس کرلیا کہ زمین پوری طرح تیار ہے بس تھوڑی سی آبیاری سے عشق الٰہی کی فصل لہلہا اٹھے گی، چنانچہ اسم ذات کی تعلیم آپ کو دی، اس وظیفہ سے آپ میں استغراقی کیفیت اور قلب میں گرمی کا احساس ہوا، عبادتوں بالخصوص نمازوں کا مزہ ملنے لگا، اللہ سے قرب اور دنیا بیزاری آپ میں پوری طرح سما گئی۔

دل کس کی چشمِ مست کا سرشار ہوگیا
کس کی نظر لگی کہ جو بیمار ہوگیا

چند ہی دنوں میں سلسلہ قادریہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا کرامت علی قادریؒ سے ملاقات ہوگئی چنانچہ ان سے منسلک ہوگئے، ان سے استفادہ کی مدت گرچہ صرف دس ماہ رہی؛ لیکن فیض پوری زندگی کا ان سے پایا" حضرت مونگیریؒ خود لکھتے ہیں:

"دس مہینے تک ملازمت کا شرف حاصل ہوا اور پھر آپ کو سفر آخرت پیش ہوا، اور کالپی میں جاکر انتقال فرمایا، آپ کی برکت توجہ اور فیض صحبت سے عجیب وغریب حالات مجھ پر گذرے اور حضور علیہ السلام کی عنایت اور بندہ نوازی ایسی ہوئی جس کی نسبت میں بجز اس کے اور کیا کہوں" ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا؟

(سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ص:۱۹)

حضرت مولانا کرامت علیؒ کی نظر خاص نے کم وقت میں بہت آگے تک سلوک کی راہ طے کرادی، اور آپ کو سلسلہ قادریہ کے مطابق وظائف عطا کئے، حضرت مونگیریؒ ان کے فیوض وبرکات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ کرامت علی صاحبؒ نے جو کچھ طریقۂ قادریہ کی تعلیم اس فقیر کو فرمائی تھی، اسے بھی بیان کروں تاکہ دونوں طریقوں کے طالب مستفید ہوں، جناب شاہ صاحبؒ سے جب اول مرتبہ مجھے نیاز حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا کہ مجھے مدت سے آرزو ہے کہ سرورانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کی زیارت نصیب ہو، آپ نے فرمایا کہ شب جمعہ کو دوگانہ نفل پڑھ کر اس درود شریف کو ہزار مرتبہ پڑھو اور وہیں سو رہو اور کسی سے کلام نہ کرو، وہ درود یہ ہے:۔

"اللّٰھم صل علی سیدنا محمد رحمتک العظمیٰ جمالک العلیٰ، تجلیک الاولیٰ اَی سیدی انت حامدٌو محمودٌ لاطاقة لنا بوصفک ولقاءک یامحمد انت مطلوبی ومطلوبی اٰہ اٰہ حسرتنا اَرِنی جمالک للّٰہ فللّٰہ" یہ تھی عشق رسول میں دیوانگی کی حالت کہ پیرو مرشد سے پہلا وظیفہ وہی مانگتے ہیں جس سے محبوب کا دیدار حاصل ہو، شیخ نے جب مطلوبہ وظیفہ عنایت فرمادیا تو اس کے بعد ہی آپ نے سلسلہ کے دیگر وظائف لیے، آپ نے سلوک قادریہ کے مطابق تعلیم فرمانا شروع کیا، آگے حضرت لکھتے ہیں:

"جب میں نے یہ شغل شروع کیا تو پہلے کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا، پھر اس نام پاک میں روشنی اور چمک شروع ہوئی اور ترقی کرنے لگی اور پھر مختلف رنگتیں نظر آنے لگیں۔ اس سے آگے جو حالات گذرے، ان کے بیان کی ضرورت نہیں، جو کوئی کرے گا خود دیکھ لے گا، اور بیان نہ کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ مختلف کیفیتیں گذرتی ہیں، کسی پر کیسی، کسی پر کیسی، اب اگر ایک کا بیان کیا جائے تو ناواقف دوسرے کی نفی خیال کرے"۔ کیونکہ جب سالکین اس منزل پر پہونچتے ہیں تو ان پر حب الٰہی کا پرتو عیاں ہونے لگتا ہے، ان پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، آپ فرماتے ہیں:۔

"جب میں نے زیادتی وحشت اور جذب کی شکایت کی، تو فرمایا کہ "بعد نماز عشاء سومرتبہ "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الوَکِیل، نِعْمَ الْمَولیٰ وَنِعْمَ النَّصِیر" پڑھا کرو یہ باتیں صرف آپ نے تعلیم ہی نہیں فرمائی تھیں؛ بلکہ اس پر عمل کرایا تھا اور اس قدر نوازش وکرم اس ناچیز کے حال پر تھی کہ باوجود مسافت اور ضعف پیری کے ہر روز شام کو غریب خانہ پر تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور صبح کو میں حاضر خدمت بابرکت ہوا کرتا تھا، میں نے مکرر عرض کیا کہ حسب ارشاد میں محنت تو کرتا ہوں؛ مگر جناب ہمت فرماکر یوں عنایت فرمائیں۔ اس کے جواب میں کبھی تو یہ فرمایا کہ مفت کی چیز کی آدمی کو قدر نہیں ہوتی اور اپنی کمائی ہوئی کی قدر ہوتی ہے، اور اس کو ثبات وقرار بھی نہیں ہوتا اور جو محنت سے حاصل ہوتا ہے اسے ثبات ہوتا ہے، تم نے حافظ امام علی کا حال نہیں دیکھا، کبھی یہ فرمایا کہ تم مجھے گالیاں کھلواؤ گے، تمہاری والدہ کہیں گی کہ میرے بیٹے کو کیا کردیا؟ مگر پھر بہت اصرار کے بعد تین روز تنہائی میں بیٹھا کر توجہ دی، تیسرے روز توجہ میں عجیب حالت تھی کہ ایک شخص نے مجھے آکر آواز دی اور بار بار پکارنا شروع کیا، آخر کو آپ نے توجہ ختم کردی اور فرمایا کہ میں نے تو چاہا تھا کہ تمہارے دادا کی جگہ تمہیں کردوں؛ مگر خدا نے نہ چاہا، اس کے بعد مجھے بہت سکر ہوگیا، اس وجہ سے آپ نے پھر توجہ نہیں دی۔ افسوس صد افسوس! کہ یہیں تک تعلیم فرمائی تھی کہ آپ سخت علیل ہوگئے اور اسی بیماری میں کالپی میں جاکر انتقال کیا "انا للہ وانا الیہ راجعون" ایسے کامل ومکمل درویش اب نظر نہیں آتے، ہم لوگوں کی سخت بدنصیبی ہے، اس تعلیم کے وقت میرا سن غالباً اٹھارہ برس کا تھا" (ارشاد رحمانی ص: از ۴۷ تا ۵۰)

حضرت شاہ کرامت علیؒ کی دس ماہ کی توجہ اوران کی خاص تربیت ومحبت میں معرفت وسلوک کی وادیوں کا بڑا سفر طے ہوچکا تھا۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

یہ حقیقت ہے کہ اس راہ کا مسافر نہ کبھی تھکتا ہے، اور نہ کبھی مایوس ہوتا ہے، اور نہ کسی منزل پر مطمئن ہوکر بیٹھ جاتا ہے، بلکہ اس کا ہر اگلا قدم گذرے قدم سے تیز اور جدا ہوتا ہے، دنیا سے دوری پیدا کرتا ہے، دین وآخرت سے قریب ہوتا ہے اور جب سالک کو لذتِ وصال یار کی نصیب ہوجاتی ہے تو دنیا میں اتنی طاقت کہاں کہ اپنی طرف اس کا رخ موڑ لے، جوں جوں راہِ عشق ووفا طے کرتا ہے، وہ گویا پچھلی راہوں کو بھول جاتا ہے اور بقیہ راہ طے کرلینے اور جلد سمیٹ لینے کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ (باقی آئندہ شمارہ میں)

# خلیفہ ہارون رشید کی زندگی کے تین گوشے

امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب

رات بھیگ چکی تھی، بغداد سو چکا تھا، ''خلیفہ ہارون رشید'' کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، قریب ہی اس کا وزیر اعظم ''فضل بن ربیع'' بھی بیٹھا تھا، یکا یک خلیفہ نے کہا ''فضل! کسی مرد خدا سے ملاؤ۔'' دونوں چل پڑے، بازاروں اور سڑکوں سے گذر کر فضل ایک مکان پر رک گیا، اندر قرآن کی تلاوت کی آواز آرہی تھی، فضل نے دستک دی۔

''کون؟'' اندر سے آواز آئی —— ''خلیفۃ المسلمین''، فضل نے جواب دیا۔

''خدا کی پناہ! ہارون کو مجھ سے کیا کام ہے؟ بھئی تم لوگ مجھے تنہا ہی چھوڑ دو، کیوں پریشان کرتے ہو؟'' اندر سے آواز آئی —— فضل نے جواب دیا، ''خلیفۃ المسلمین دروازے پر کھڑے ہیں، ملاقات کرنا چاہتے ہیں، خلیفہ کا حکم ماننا ضروری ہے'' —— اندر سے آواز آئی —— جو چاہو کرو، خدا تم لوگوں کو محفوظ رکھے —— دروازہ کھلا، اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔

اندر وقت کے مشہور بزرگ فضل بن عیاض مصلّے پر بیٹھے تھے، چراغ جل رہا تھا، جیسے ہی یہ دونوں سامنے پہونچے انہوں نے چراغ بجھا دیا۔ اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، خلیفہ خاموش کھڑا رہا، نماز ختم ہو گئی، خلیفہ نے بڑھ کر مصافحہ کیا، اور نصیحت کی فرمائش کی —— خلیفہ کی فرمائش پر ایک، دو پھر تین نصیحتیں فرمائیں —— آخر میں فضل بن عیاضؒ نے کہا، ''دیکھو! تم خلیفۂ وقت ہو، مسلمانوں کے امیر ہو، تمہارا فرض ہے کہ تم تمام لوگوں کو ایک نظر سے دیکھو، تمہارے سامنے خلفاء راشدین کی زندگی ہے، اس سے سبق لو، عدل و انصاف قائم کرو، ظلم کو مٹا دو، خلافت ایک امانت ہے، اگر تم نے اس کی پوری حفاظت نہ کی، اگر عوام میں کسی پر بھی ظلم ہوا۔ تو قیامت کے روز تمہیں جواب دینا ہوگا، یہ وزراء اور خدّام تمہیں بچا نہ سکیں گے۔'' ابھی نصیحت ختم نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ ہارون رو پڑا۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں —— وزیر نے گھبرا کر کہا ''حضرت رحم فرمایئے، خلیفہ بہت متأثر ہیں'' —— ''خاموش رہو''! فضل بن عیاضؒ نے ڈانٹا۔ ''تمہارے جیسے لوگوں ہی نے انہیں تباہ کیا ہے۔'' تھوڑی دیر میں خلیفہ کو کچھ سکون ہوا، اس نے سوال کیا۔ ''کیا آپ پر کوئی قرض ہے؟'' ابھی خلیفہ جملہ پورا ابھی نہیں کر پایا تھا کہ فضل بن عیاضؒ نے جواب دیا۔ ''الحمد للہ قرضوں سے بری ہوں، اگر قرض ہے تو صرف خدا کی بندگی کا —— ''ہارون رشید نے پھر بھی ڈرتے ہوئے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی پیش کی —— ''میری باتوں سے تمہیں فائدہ نہیں پہونچا، خدا تمہیں ہدایت دے،'' فضل بن عیاضؒ نے سختی سے کہا۔ ''جاؤ اشرفیاں جس کی ہیں اسے دیدو —— ''ہارون نے کہا ''اسے قبول فرمالیں، یہ اشرفیاں مجھے ماں سے وراثت میں ملی ہیں'' —— مگر فضل بن عیاضؒ نے ایک نہ سنی دونوں کو باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا —— خلیفہ ہارون اور وزیر فضل بن ربیع تھکے قدموں سے محل کی طرف جا رہے تھے، خلیفہ کی زبان سے صرف یہ آواز نکلی'' —— فضل بن عیاض''

☆☆☆

ھارون رشید کے سجے سجائے دربار میں علماء وقت بیٹھے تھے، مجلس مناظرہ گرم تھی، ایک فریق نے دلیل میں مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث پیش کی —— مخالف فریق نے انکار کیا —— بات تیز ہو گئی ـ مخالف نے حضرت ابو ہریرہؓ کی صداقت پر شبہ ظاہر کیا —— ہارون نے بھی مخالف کی تائید کی۔ وقت کے مشہور قاضی عمرو نے آخر سکوت توڑا۔ ''یہ حدیث متواتر ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ مشہور صحابیوں میں ہیں، ان کی صداقت پر شبہ کرنا بے بنیاد ہے۔'' مگر مجلس کا رنگ دوسرا تھا، خلیفہ کے تیور بدلے ہوئے تھے، غضبناک نگاہیں مخالفوں کو مرعوب کرنا چاہتی تھیں —— قاضی عمرو اٹھے اور گھر کی راہ لی۔

ابھی گھر پہونچے ہی تھے کہ کسی نے کنڈی کھٹکھٹائی، قاضی صاحب باہر آئے، خلیفہ کا قاصد نظر آیا، قاضی صاحب نے پوچھا۔ ''کیا بات ہے؟'' ''خلیفۂ وقت نے طلب کیا ہے، قتل کی تیاری ہو چکی ہے، فوراً تیار ہو جایئے۔'' قاصد نے جواب دیا۔

قاضی عمرو نے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ پھیلا دیا —— ''پروردگار! میں نے پیارے نبیؐ کی تائید کی ہے، یہی میرا جرم ہے۔ تو میری حفاظت فرما'' —— پھر تیار ہوئے اور چل پڑے۔ خلیفہ کے دربار میں حاضری ہوئی، ہارون رشید شمشیر برہنہ لیے غصہ میں پیچ و تاب کھاتا نظر آیا، کڑک کر کہا۔ ''عمرو تو نے آج مجلس میں ایسی گستاخی کی ہے، جس کی آج تک کسی نے جرأت نہ کی، تجھے اس کا مزہ چکھنا ہوگا۔''

''خلیفۃ المسلمین! خود ہی غور کیجئے، اگر حضرت ابو ہریرہؓ کی بھی صداقت پر شبہ کیا جائے، تو حضور کے احکام کا کیا معیار ہوگا؟ مسائل کی کیا اہمیت رہ جائیگی؟ اس میں کتنی قوت ہوگی؟ اتنے مشہور، عادل اور راست گو صحابی کی صداقت پر شبہ کا اظہار نہ صرف اسلام کے تمام قوانین پر شبہ کا اظہار ہے، بلکہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن پر بھی دھبّہ آتا ہے، آپ خلیفہ ہیں، آپ کو اسلام کے قوانین کا سب سے زیادہ پابند ہونا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و محبت سب سے زیادہ آپ کے دل میں ہونی چاہئے۔'' اور قاضی عمرو خاموش ہو گئے۔

خلیفہ کی غضب ناک آنکھیں جھک گئیں اور کچھ سوچنے لگا، پھر بولا۔ ''عمرو! آپ نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا، آپ نے مجھے سنبھالا، آپ نے بڑے وقت پر رہنمائی کی، خدا آپ کو زندہ رکھے، اچھا رکھے۔'' خلیفہ خاموش ہو چکا تھا، ندامت اس کے چہرے سے ظاہر تھی، وہ سراپا معذرت تھا۔

☆☆☆

خلیفہ ہارون رشید کا دور تھا، مشہور قاضی حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اجلاس میں ایک مقدمہ کی پیشی تھی، دو گواہوں میں ایک خلیفۂ وقت کا وزیر اعظم فضل برمکی تھا، قاضیٔ وقت نے وزیر اعظم کی گواہی مسترد کر دی، اور مدعی کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا، خلیفہ وقت تک بات پہونچی، غضب ناک ہو گیا۔ قاضی صاحب کی طلبی ہوئی، اور قاضی صاحب دربار میں حاضر ہوئے —— ''آخر آپ نے وزیر اعظم کی گواہی کیوں نہ مانی؟'' ہارون نے سختی سے پوچھا —— قاضی صاحب نے جواب دیا، میں نے ایک بار اسے آپ کی مجلس میں کہتے سنا۔ ''میں آپ کا غلام ہوں۔''

''تو آخر کیا ہو گیا؟ اس سے شہادت میں کیا فرق آیا؟'' خلیفہ کا لہجہ تیز تھا —— وجہ یہ ہے کہ اگر حقیقتاً یہ غلام ہے تو اس کی شہادت اس صورت میں قابل قبول نہیں اور اگر یہ غلام نہیں ہے تو اس نے مجلس میں برملا کذب بیانی کی، اور جھوٹوں کی گواہی کیوں کر معتبر ہوگی؟'' قاضی صاحب نے سنجیدگی کے ساتھ وضاحت کر دی۔

اور خلیفہ ہارون رشید ''ٹھیک ہے'' کہہ کر خاموش ہو گیا۔

# جنگ آزادی میں بہار کے مسلمانوں کی قربانیاں

پروفیسر اوجائیسوال

''جان بڑی پیاری چیز ہوتی ہے، سبھی اسے بچانا چاہتے ہیں لیکن وطن عزیز اس سے بھی پیاری چیز ہے، اسے بچانے کے لئے جان بھی لگا دینی چاہئے''، یہ الفاظ پیر علی نے پھانسی پر جھولتے وقت کہے تھے، یہ جذبات صرف پیر علی کے ہی نہیں، بلکہ اسی جذبے کے ساتھ ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں نے اپنے ملک کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں، ۱۷۵۷ء کی پلاسی جنگ کے بعد سے ہی انگریزوں کے خلاف مہم شروع ہو گئی تھی، لیکن ان سبھی کو انگریزوں نے اپنی فوجی طاقت سے دبا دیا تھا، اس کے بعد ہی ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں ہندو مسلم اتحاد نے انگریزوں کی حکومت کو اکھاڑنے میں ایک اہم رول ادا کیا، پھر بھی انگریز پھوٹ ڈالو اور راج کرو کے اصول پر چلتے رہے، مگر یہاں زراعت، صنعت و حرفت برباد ہو چکی تھیں، انگریزوں نے اپنے ظلم و ستم کا قہر بھی بڑھا دیا تھا، کسانوں کو لوٹا جا رہا تھا، جس کی وجہ سے ہندو اور مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت بڑھتی ہی جا رہی تھی، یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا آغاز انگریزوں کی حکومت کو ختم کرنے کے عزم کے ساتھ کیا گیا، اس بغاوت کا اہم ترین مرکز بہار تھا، بہار میں خصوصاً پٹنہ، دانا پور، آرہ اس کے اہم مراکز تھے، یہاں کے بڑے بڑے علماء اور زمیندار اس بغاوت میں شامل تھے، پٹنہ میں موجود انگریز کمشنر ٹیلر نے اس جدو جہد کو کچل دینے کا منصوبہ بنایا، ترہت کے پولیس جمعدار وارث علی کو شک کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا، اس وقت وہ گیا بغاوت کے تنظیم کار علی کریم کو خط لکھ رہے تھے، اسی خط کی بنا پر انہیں پھانسی دے دی گئی، اسی بیچ ٹیلر کو کچھ مسلم لیڈروں کے نام معلوم ہو چکے تھے، انہیں ۱۹؍جون ۱۸۵۷ء کو اپنے گھر پر صلاح و مشورہ کے لئے بلایا، میٹنگ کے بعد جب سب جانے لگے تو مولوی محمد حسین، واعظ الحق اور گشتی داروغہ مولوی مہدی کو گرفتار کر لیا، ٹیلر کی ان حرکتوں سے ناراض ہو کر ۳؍جولائی ۱۸۵۷ء کو پیر علی کی قیادت میں لگ بھگ ۲۰۰ جہادی 'دین بولو دین' کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پٹنہ کی سڑکوں پر اتر آئے اور پادری کی حویلی گرجا گھر پر حملہ کر دیا، ڈاکٹر لائل ایک صوبیدار اور محافظ پارٹی کے سپاہی موقع واردات پر ہی مار دئے گئے اور ایک زخمی کو گرفتار کر لیا گیا جو ہرے جھنڈے کے ساتھ تھا، پیر علی کے گھر کی تلاشی لی گئی جس میں بڑے پیمانے پر ہتھیار اور کئی اہم خطوط برآمد ہوئے، ان خطوط سے وارث علی اور علی کریم کے ساتھ عظیم اللہ اور نانا صاحب کے ساتھ رشتوں کا پتہ چلا، انگریز مصنف 'کے' نے 'ہسٹری آف سپائیوار ۴۶-۱۸۴۵' میں لکھا ہے کہ انگریز جب پوری طاقت سے پچھمی سرحد پر لڑ رہے تھے تو پٹنہ میں پیر علی کی قیادت میں برٹش حکومت کو اکھاڑنے کے لئے مہم چل رہی تھی، ڈاکٹر لائل کی موت اور سازش کے الزام میں پیر علی کے ساتھ کل ۳۶ لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا، پیر علی پر فرد جرم عائد کر ۷؍جولائی ۱۸۵۷ء کو ۱۴؍لوگوں کے ساتھ پھانسی دے دی گئی، پیر علی کی پھانسی کی خبر سنتے ہی دانا پور کی تین دیسی پلٹنوں نے ۲۵؍جولائی کو بغاوت کر دیا، سپاہیوں نے وردی پھاڑ دی اور جگدیش پور پہنچ کر بابو کنور سنگھ سے قیادت کی گذارش کی، اسی کڑی میں پٹنہ وہابی تحریک کا اہم مرکز بن گیا، جس کا اصل مقصد انگریزوں کو بھارت سے بھگانا تھا، اس کے بانی بریلی کے سید احمد تھے، ان کی ملاقات عبد الوہاب سے ہوئی اور وہ ان سے بڑے متاثر ہوئے، سید احمد نے انگریزوں کے قبضے والے بھارت کو دشمن کا ملک اور انہیں بھگا کر دار الاسلام کے قیام کا وعدہ لیا، سید احمد نے پٹنہ میں وہابی تحریک کی مرکزی کمیٹی بنائی جس میں صادقپور کے فتح علی اور الٰہی بخش اور ان کے دو بیٹے ولایت علی اور عنایت علی کے ساتھ نمو ہیا کے شاہ محمد حسین کو شامل کیا، محمد حسین کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور انہیں بہار میں تحریک کو مضبوط کرنے اور لوگوں کی بحالی کرنے کی ذمہ داری دی گئی، کنلے نے لکھا ہے کہ سید احمد نے ولایت علی اور عنایت علی کو انگریزوں کے خلاف مختلف حصوں میں تحریک کے قیام کے لئے بھیجا، ولایت علی کو حیدر آباد بھیجا گیا جہاں نظام کے بھائی مبارک الدولہ ان کے مددگار بن گئے، جس سے تحریک کی مضبوطی میں کامیابی ملی، عنایت علی کو بنگال بھیجا گیا جب کہ محمد حسین نے بہار کی ذمہ داری سنبھالی، اس طرح پٹنہ وہابی تحریک کا صدر مقام بن گیا، مؤرخ ہنٹر نے لکھا ہے کہ صادقپور اتر بھارت کی وہابی تحریک کا تربیتی مرکز بن گیا تھا، ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے بارے میں پٹنہ کے ٹیلر نے لکھا ہے کہ پٹنہ کو سب سے زیادہ خطرہ وہابیوں سے تھا، انگریزوں نے ان کے خلاف باغی ہونے کا مقدمہ ۱۸۶۳ء میں انبالہ ٹرائل اور ۱۸۶۵ء میں پٹنہ ٹرائل کے نام سے چلایا، ان مقدموں میں یحیٰ علی اور عبد الکریم پٹنہ کے، محمد جعفر تھانیشور کے اور محمد علی انبالہ کے تھے، ان سبھوں پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا، یحیٰ علی کے بڑے بھائی احمد اللہ کو ۱۸۶۴ء میں گرفتار کر عمر قید کی سزا کے طور پر انڈمان نکوبار بھیج دیا گیا اور ان سبھی کی ساری جائداد ضبط کر لی گئی، جو قریب ایک لاکھ اکیس ہزار نو سو پچاس روپے کی تھی، اسی رقم سے ۳۳ ہزار چار سو سات روپے پٹنہ میونسپلٹی کو صادقپور میں علی بھائیوں کے ڈھائے ہوئے مکان پر میونسپلٹی مارکیٹ بنانے، تیس ہزار روپے پٹنہ کالج کی بلڈنگ بنانے اور مرمت کے لئے پندرہ ہزار روپے محمد اینگلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی، جس کا قیام ۱۸۸۴ء میں ہوا تھا، کے لئے فکسڈ ڈپازٹ کے طور پر جمع کر دیا گیا۔

۱۸۷۱ء میں تبارک علی، پیر محمد، دین محمد، انیس الدین، امیر خان، حشمت داد خان اور مبارک علی کے خلاف غداری کا مقدمہ چلا اور حشمت داد خان کو چھوڑ کر باقی کو عمر قید کی سزا دی گئی، پھر بھی ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔

(ترجمہ: فرحت شاہین)

# بچوں کی پرورش میں ماں کا کردار

مولانانورالحق رحمانی استاد المعهدالعالي امارت شرعيه

نئی نسل کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے، مستقبل میں انسانی معاشرے کی صلاح وفلاح کا انحصار بچوں کی صحیح تربیت پر ہے، اور بچوں کی صحیح پرورش ماں ہی کی گود میں ہوسکتی ہے، اس لئے اسلام نے یہ اہم ذمہ داری خواتین پر ڈالی ہے، بچوں کی پرورش کے لئے جس ماماتاوشفقت ، والہانہ انس ومحبت ،قلبی وروحانی تعلق اور بے لوث ہمدردی وخیرخواہی کی ضرورت ہے وہ ماں کے سوا کسی اور کے اندر نہیں، قدرت نے مخلوقات میں انسان کے لئے سب سے زیادہ محبت ماں کے دل میں ودیعت کی ہے، کوئی نرس، انا اور مصنوعی ماں محبت کا وہ فطری جذبہ کہاں سے لاسکتی ہے، اس لئے ماں کی گود بچے کے لئے آب حیات کی حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے شریعت نے زوجین میں تفریق ہوجانے کے بعد بھی ماں ہی کو بچے کی پرورش کا زیادہ حق دار ٹھہرایا ہے، ”تربية الولد (تثبت للام) النسبية (ولو) كتابية او (بعد الفرقة)“ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲ / ۶۳۳)

”بچے کی تربیت نسبی ماں کے لئے ثابت ہوگی اگر چہ کتابیہ ہو، یا (زوجین میں) تفرق کے بعد ہو“

اسی بنا پر خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم بن عمرؓ کے مقدمے میں حضرت عمرؓ کی مطلقہ ام عاصم کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے اور انہیں حضرت عاصم کی پرورش کا زیادہ حقدار قرار دیتے ہوئے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہ ”ماں کا تھوک بچہ کے حق میں تمہارے شہد سے زیادہ بہتر ہے“۔ ماں کی آغوش میں رہ کر بچہ ایک قلیل عرصے میں وہ کچھ سیکھ لیتا ہے جو اس سے جدا ہوکر ایک طویل عرصے میں بھی نہیں سیکھ سکتا، بچے کے لئے ہزار کھلونوں اور تفریحی سامانوں کا انتظام کردیا جائے مگر اس سے اس کی پوری تسلی اور دل بستگی نہیں ہوسکتی، ماں کے بغیر اس کا گلستان زندگی بے رونق وبے بہار اور خزاں کا شکار رہے گا اور اس میں الفت ومحبت اور رحم ومروت کے کنول نہیں کھل سکتے اور نہ ہی وہ انہیں ماں کی آغوش تربیت دے سکتی ہے جو ان کے لئے دنیا بھر کی دولت سے زیادہ قیمتی ہے، کوئی مصنوعی ماں، ماں کی ماماتا اور محبت وشفقت کا وہ فطری جذبہ کہاں سے لاسکتی ہے جو بچے کو اس کی نظر میں اپنی جان سے زیادہ عزیز بنادے؟ اس لئے جو بچے سرکاری اداروں میں اناؤں کے زیر سایہ پرورش پاتے ہیں اور ماں کی محبت سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا دل بھی محبت ومروت اور رحم وکرم کے پاکیزہ جذبات سے اکثر خالی ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ چیز اسے ماں ہی سے وراثت میں ملتی ہے، اور ماں ہی کی گود میں پلنے اور اس کے زیر سایہ پروان چڑھنے سے ماں والی محبت اس کی طرف منتقل ہوتی ہے، اور اگر بچپن میں کسی بچے کا دل رحم ومحبت سے نا آشنا رہا تو پھر دنیا بھر کی دولت خرچ کرکے بھی یہ چیز اس کے دل میں ڈالی نہیں جاسکتی، پھر ایسے بچوں کے دل میں بڑے ہونے کے بعد اپنے والدین، خویش واقارب اور ملک وقوم کی محبت کہاں سے آسکتی ہے؟ ایسے بچوں کے تعلقات اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی محض سطحی اور خلوص ومحبت کے جذبات سے عاری ہوتے ہیں، اس لئے ماں کی حیثیت سے عورت کے کردار کی عظمت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، ماں کے بغیر بچوں کی زندگی سونی، ویران اور اداس رہے گی، اور وہ زندگی کی حقیقی لذتوں اور مسرتوں سے محروم رہیں گے۔

پھر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ بچے کی اصل خوراک ماں کا دودھ ہے، بچے کی صحت وتوانائی اور صحیح نشو ونما کے لئے ماں کے دودھ سے زیادہ بہتر کوئی اور غذا نہیں ہوسکتی، اور اس پر اطباء کا اتفاق ہے، پس بچوں کو اس حقیقی اور فطری غذا سے محروم رکھنا ان پر سراسر ظلم ہے، ماں اگر گھر سے باہر کام کرے گی اور مرد کی طرح سرکاری ملازمتوں ،معاشی تگ ودو اور اجتماعی وسیاسی سرگرمیوں میں مشغول رہے گی تو بچوں کو دودھ پلانا اور ان کی پرورش کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہوسکے گا، سماجیات کی ماہر امریکی خاتون ”ایڈالین“ اس سلسلے میں لکھتی ہیں:

”تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ گھر کے لیے اور بچوں کی تربیت پر نگہداشت کے لئے ماں کا ہونا ضروری ہے، موجودہ اور زمانہ گزشتہ کے معاشرہ کی اخلاقی سطح کے درمیان یہ بڑا اور غیر معمولی فرق اسی بنیاد پر ہے کہ ماں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے اور اپنے بچوں سے غافل ہوگئی ہے اور بچوں کو اس کے حوالے کردیا ہے جو اس کی صحیح طور پر تربیت نہیں کرسکتے“۔

مغربی ملکوں میں نرسنگ ہوم اور تربیت گاہ اطفال جیسے سرکاری اداروں میں بچوں کی اجتماعی پرورش کا نظام قائم کیا گیا ہے وہاں ماں کے دودھ کے بجائے مصنوعی غذاؤں پر اناؤں کے زیر سایہ ان کی پرورش ہوتی ہے، اس طرح وہاں بچے اپنی اصل خوراک اور قدرتی غذا سے محروم ہیں اور ماں کی ماماتا اور شفقت بھری گود سے بھی ایسے اجتماعی نظام میں جہاں ہزاروں بچے ایک ساتھ پرورش پاتے ہیں، بچوں کی انفرادیت کی نشو ونما اور ان کی شخصیت کے ارتقا کی توقع کم ہی کی جاسکتی ہے، بچوں کی پوری شخصیت کی تعمیر اور ان کے انفرادی تشخص کے ابھرنے اور نکھرنے کے لئے گھر اور خاندان کی دنیا ہی موزوں ہے جہاں اہل خاندان بالخصوص والدین اپنی پوری توجہ ان پر مرکوز رکھیں اور اپنی بے لوث فطری محبت اور پیار وشفقت سے ان کی زندگی کی تعمیر کریں، بچوں کی تربیت اور ان کی شخصیت کی تعمیر ایک لطیف آرٹ اور نازک فن ہے جس کی فطری واقفیت قدرت نے والدین بالخصوص ماں کو دی ہے، یہ آرٹ گھر کے چھوٹے نگار خانے میں حقیقی آرٹسٹ ماں ہی کی نگرانی میں تکمیل کو پہنچ سکتا ہے، کرائے کی ماں (نرس اور انّا) ایک نقلی مصور ہے جس کے ہاتھوں یہ تصویر دھندلی تو ہوسکتی ہے نکھر نہیں سکتی۔

مغرب کا یہ رویہ فطرت کے خلاف کھلی جنگ تھی اور فطرت سے جنگ کرنے میں انسان کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اس کے نتائج ہمیشہ بھیانک اور سنگین ہی ہوں گے، چنانچہ اس جنگ کے خطرناک نتائج، بے شمار نقصانات اور مفاسد کی شکل میں رونما ہوئے، علم اجناس انسانی کے ماہر ڈاکٹر ”اشلی مونٹا گو“ بچے کی تربیت کے لئے ماں کی ضرورت واہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایک بچہ کے زندہ رہنے کے لئے سب سے اہم چیز اس کی دیکھ ریکھ اور نگرانی ہے، محض جسمانی ضرورتوں کی تکمیل اس مقصد کے حصول کے لئے کافی نہیں ہے، بہت سے اطباء اور محققین (جنہوں نے اپنے میدان اختصاص میں اپنی زندگی کا بڑا اور قیمتی حصہ صرف کیا ہے اور غیر معمولی جدو جہد کی ہے ان) کی تحقیق یہ ہے کہ ہر نوزائیدہ بچے کی جسمانی غذا میں ماماتا اور محبت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، بچے کی نشو ونما اور اس کی نفسیاتی، عقلی اور جسمانی بالیدگی کے لئے محبت ایسی بنیادی شرط ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، بچہ اگر ایام طفولیت میں اس عنصر سے محروم رہ گیا تو خواہ اس کی جسمانی خوراک کا کتنا ہی عمدہ نظم ہو وہ پژمردگی اور بسا اوقات موت کا شکار ہوجائے گا۔“

اور پھر اس سلسلے میں ذیل کا اقتباس ملاحظہ کیجئے:

”نیویارک کے ڈاکٹر ”رینیہ اسپیتز“ نے اس سلسلے میں ایک اہم تجربہ کیا ہے، انہوں نے بچوں کی پرورش کے لئے دو ادارے قائم کئے اور دونوں میں پرورش کا یکساں نظم کیا اور ایک جیسی سہولتیں فراہم کیں، صرف ایک فرق رکھا اور وہ یہ کہ پہلے ادارے میں بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ان کی ماؤں کے سپرد کی، اور دوسرے ادارے میں نرسوں کو اس کام پر مامور کیا جن میں سے ہر ایک کی تربیت میں ۸ سے لے کر ۱۲ سال تک بچے تھے، دو سال کے بعد جب دونوں کیمپوں کا جائزہ لیا گیا تو بالکل مختلف نتائج سامنے آئے، دونوں تربیت گاہوں کے بچوں میں سب سے نمایاں فرق جسمانی، عقلی اور نفسیاتی بڑھوتری اور نشو ونما میں تھا، ڈاکٹر موصوف نے دیکھا کہ ماں کی شفقت ومحبت سے محروم بچے اب تک یہ نہ گفتگو پر قادر ہوسکے تھے اور نہ خود سے چلنے اور کھانے پر جب کہ اپنی ماؤں کی تربیت میں پرورش پانے والے بچے اس مرحلے کو طے کر چکے تھے اور اس تجربہ کا سب سے افسوسناک پہلو یہ تھا کہ اس پانچ سالہ تجربہ کے دوران پہلے ادارے میں کسی بچے کی موت کا حادثہ پیش نہ آیا، جب کہ دوسرے ادارے میں ۳۷ فی صد بچوں کی موت واقع ہوچکی تھی“۔

مغربی ممالک میں عورتوں کے گھر چھوڑنے اور سرکاری ملازمتوں اور بیرونی کاموں میں حصہ لینے کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ بہت سے ممالک میں بچوں کی ولادت کا تناسب بہت گھٹ گیا اور مستقبل میں عددی قوت اور کام کرنے والے ہاتھوں کی کمی کا خطرہ صاف طور پر محسوس ہونے لگا؛ کیوں کہ جب عورتیں سرکاری ملازمتوں میں مصروف ہوں گی تو اپنی ملازمت کے تحفظ کی خاطر وہ منع حمل کی ممکنہ تدبیریں استعمال کرنے پر مجبور ہوں گی اور اس کی بنیاد پر بچوں کی شرح پیدائش میں نمایاں طور پر کمی واقع ہونا ناگزیر ہے، چنانچہ فرانس جیسے ترقی یافتہ ممالک بھی اس صورت حال سے دوچار ہیں اور وہاں حکومت کی طرف سے ہر بچہ کی پیدائش پر انعامی وظائف مقرر ہیں اور اس وظیفے کے لئے والدین کا سرکاری ملازم ہونا بھی ضروری نہیں۔

اسی طرح ان ممالک میں خواتین کے بچوں کی تربیت سے غافل ہوجانے کے نقصانات اور تلخ تجربات کا شدت سے احساس کیا جارہا ہے اور وہاں کے ارباب حل وعقد خواتین کو اس اہم فطری ذمہ داری کی طرف واپس لانے کے لئے ترغیبی وظائف مقرر کررہے ہیں، لیکن اس کے باوجود عورتوں کی طبیعت میں آزادی آجانے کے باعث انہیں اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہورہی ہے۔

”بلکہ اشتراکی ممالک کو بھی بچوں کی پرورش کے لئے ماں کی ضرورت کا احساس ہورہا ہے، اور ان میں سے بعض ممالک عورتوں کو اس بنیادی ذمہ داری کی طرف راغب کرنے کے لئے مالی وظائف مقرر کررہے ہیں، چنانچہ ”مجر“ میں گھر میں رہ کر بچوں کی پرورش کرنے والی ماؤں کے لئے پہلے بچے کی پرورش پر مبلغ ۸۰۰ فورینٹ (مجر کے سکے کا نام ہے) دوسرے بچے پر ۹۰۰ اور تیسرے بچے پر ۱۰۰۰، کا انعام مقرر ہے، اسی طرح تیسرے بچے کے بعد بھی اسی تناسب سے انعام مقرر ہے“۔

اسلام زندگی کا ایک فطری اور سائنٹیفک نظام ہے جو تجربات کی کسوٹی پر آزمودہ ہے، اس فطری اور الہی نظام سے جب بھی انحراف کیا جائے گا اس کے لئے ایسے ہی تلخ نتائج سامنے آئیں گے اور ناکامی کا تجربہ کرلینے کے بعد دنیا پھر اسی فطری نظام کی طرف لوٹنے پر مجبور ہوگی۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو بچے والدین کی تربیت سے محروم رہ جاتے ہیں، عام طور پر ان کی زندگی غلط رخ پر چلی جاتی ہے اور وہ جرائم میں مبتلا ہوجاتے ہیں، کم سن مجرموں کی تعداد آج انہیں مغربی ممالک میں سب سے زیادہ ہے اور اکثر انہیں بچوں کو سماجی جرائم میں مبتلا پایا گیا ہے جو ماں باپ کی تربیت سے محروم رہے ہیں، گویا ماں کی تربیت سے محرومی بچوں کی جسمانی صحت، عقل اور اخلاق وکردار سب پر برا اثر ڈالتی ہے اور مغربی ممالک میں آج وسیع پیمانے پر اس کا تجربہ ہورہا ہے، ماہرین نفسیات کا تجربہ یہ ہے کہ انسان کے اندر لاپرواہی، بے اعتدالی، جرائم پسندی، تشدد اور نفسیاتی امراض کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بچپن میں پریشانیوں سے گزرا ہوگا اور شفقت ومحبت کے برتاؤ سے محروم ہوگا۔

دنیا میں صرف والدین ہی کے اندر یہ جذبہ ہوتا ہے کہ ان کی اولاد ان سے زیادہ ترقی کرے اور وہ انہیں ہر لحاظ سے اپنے سے بہتر حال میں دیکھیں، اسی طرح خاندان کے وہ لوگ جن سے بچے کا قریبی اور خونی رشتہ ہوتا ہے وہ ان کے سچے ہمدرد، خیر خواہ اور مخلص ہوتے ہیں جو دل سے ان کی ترقی چاہتے ہیں، اس طرح بچے کو خاندان ہی کے دائرے میں حفاظت وتربیت کا وہ فطری ماحول ملتا ہے جو اس کی شخصیت کے ارتقاء اور صحیح نشو ونما کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اسلام نے ماں کو اس خدمت کے لئے فارغ کردیا ہے اور مرد پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ عورت کی تمام ضروریات زندگی کی کفالت کرے، اس کے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کا معقول انتظام کرے تاکہ وہ یکسوئی اور فارغ البالی کے ساتھ بچوں کی تربیت اور خانگی امور کی دیکھ بھال کرسکے، عورت بیرونی مشاغل میں حصہ لینے کے لئے گھر چھوڑے گی تو بچے سڑکوں اور گلیوں پر مارے مارے پھریں گے اور جرائم کے عادی بنیں گے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور پھر گھر کا نظام نوکر چاکر کے رحم وکرم پر ہوگا اور وہ ان کے دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔

# نوجوان نسل میں منشیات کا بڑھتا رجحان: اسباب وحل

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

اس وقت پوری دنیا میں منشیات کا چلن عام ہے، نئی نسل اپنے تابناک مستقبل سے بے پرواہ ہوکر اس زہر ہلاہل کو قند سمجھ رہی ہے، جو نوجوانوں کو تباہ وبرباد، ان کی زندگی کو تاریک اور ان کی جوانی کو رفتہ رفتہ کھوکھلا کرتا جارہا ہے۔ چند سال قبل لگائے گئے ایک محتاط اندازے کے مطابق صرف تمباکو نوشی کی وجہ سے ہر سال ساٹھ لاکھ لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور مختلف موذی امراض سے دوچار ہوتے ہیں؛ جن میں سے ۸۰/فیصد افراد کا تعلق ترقی پذیر ممالک سے ہے۔ ان ساٹھ لاکھ میں سے چھ لاکھ افراد وہ ہیں جو خود تو سگریٹ نوشی نہیں کرتے ؛لیکن اس کے دھویں کی وجہ سے جان کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ شراب، چرس اور گانجے وغیرہ کا نشہ کرنیوالے افراد کے اعداد وشمار اس کے علاوہ ہیں۔

اس وقت دنیا میں پانچ سو سے زائد ایسے مرکبات یا مفردات ہیں جنہیں بطور نشہ استعمال کیا جاتا ہے، ان میں شراب، بھنگ، چرس، گانجا، سگریٹ، حقہ، کوکو اور ''افیون'' وغیرہ زیادہ معروف ہیں ؛مگر ان سب میں جو شہرت عام تمباکو کو حاصل ہے وہ شاید کسی کو حاصل نہیں ؛ کیوں کہ تمباکو سستا، سہل الحصول اور ہر جگہ دستیاب نشہ ہے۔ عالمی ادارۂ صحت کے مطابق دنیا بھر میں تمباکو نوشی کرنے والوں کی مجموعی تعداد ایک ارب سے زائد ہے؛ ہر سال تمباکو نوشی کی وجہ سے ایک لاکھ لوگ لقمۂ اجل بنتے ہیں۔ تمباکو دیگر منشیات کے استعمال کے لئے پیش خیمہ کی حیثیت رکھتا ہے، ایک مغربی ماہر نفسیات نے اس بات کا برملا اظہار کیا ہے کہ جو افراد سگریٹ پی سکتے ہیں وہ کوکین، مارفین اور ہیروئن کے بھی عادی ہوسکتے ہیں اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے، پہلے پُڑیا، پھر پان، پھر سگریٹ، پھر شراب۔

**اسباب و وجوہات** : بوڑھوں اور عمر رسیدہ لوگوں میں منشیات استعمال کرنے کی وجہ جو ہو، سو ہو؛ مگر اکثر بچے اور نوجوان، والدین کی غفلت اور ان کے سرد رویہ کی وجہ سے نشے کی لت کا شکار ہوجاتے ہیں اور بعض دفعہ تو غلط صحبت کا اثر انہیں لے ڈوبتا ہے، بعض اوقات مسائل سے چشم پوشی اور حقیقت سے فرار حاصل کرنے کے لئے بھی نشہ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نوجوان نسل فیشن کے طور پر سگریٹ نوشی یا دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال شروع کرتی ہے پھر یہ شوق وقت کے ساتھ ساتھ ضرورت کی شکل اختیار کرجاتا ہے اور اس طرح انسان مکمل طور پر نشے کا عادی بن جاتا ہے جو اس کے دماغ کو مکمل تباہ وبرباد کردیتا ہے۔ پھر وہ شخص اسی نشہ میں مدہوش رہتا ہے اور بار بار اس کو پورا کرنے کے لئے غلط ذرائع سے رقم حاصل کرتا ہے اور یوں اچھا خاصا صحت مند وتوانا انسان اپنی زندگی کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں منشیات اور دیگر فواحش کے فروغ کی بنیادی وجہ مغرب کی اندھی نقالی اور غلامی کا مزاج بھی ہے، اسلامی دینی تعلیمات پر بصیرت واعتماد نہ ہونے اور روح کے بجائے مادے کو ترجیح دینے کی وجہ سے امت کی اکثریت مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب اور منکرات سے لبریز کلچر کی اندھا دھند نقالی اور غلامی کررہی ہے، اسی مغرب پرستی نے ہمارے سماج میں دیگر لعنتوں کے ساتھ منشیات کی لعنت کو بھی پروان چڑھایا ہے، اور یہ خمار اس وقت تک نہیں اترے گا جب تک نقالی اور غلامی کا مزاج ختم نہ ہوجائے۔

شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی بہتات کا ایک سبب ٹی وی پر دکھائے جانے والے مخرب اخلاق پروگرام اور فواحش ومنکرات پر مبنی فلمیں بھی ہیں، چوں کہ شراب نوشی اور کسی نہ کسی شکل میں نشہ خوری کے مناظر تمام فلموں میں پائے جاتے ہیں، یہی چیز نوجوانوں میں منشیات کی لت پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

**منشیات کا استعمال شریعت مطہرہ کی نظر میں** : انسانی زندگی اللہ تعالی کا عطیہ اور اس کی نعمت ہے، اس کی حفاظت ہر ہوشمند پر واجب ہے، اگر وہ اس کی ناقدری کرتے ہوئے اسے ضائع کرتا ہے یا اس کی حفاظت سے روگردانی کرتا ہے تو یہ اس نعمت کے ساتھ ناانصافی اور اللہ تعالی سے بغاوت کے مرادف ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اسکی حفاظت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس کے برباد کرنے پر شدید وعید سنائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالی تم پر نہایت مہربان ہے اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ (النساء) ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے: اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو (البقرۃ) اسی طرح منشیات کی قباحت پر یہ آیت نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے ''اے ایمان والو! بلاشبہ شراب اور جوا، بت اور پانسے گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو، تاکہ تم فلاح پاجاؤ'' (المائدۃ)

قرآنی آیات کے بعد منشیات کی حرمت کے سلسلہ میں ایک نظر نبوی تعلیمات پر بھی ڈالتے چلیں! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر قسم کی خمر حرام ہے۔ (مسلم شریف) اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت ہے کہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کا ایک گھونٹ پینا بھی حرام ہے۔ (ترمذی شریف) شراب کی قباحت بتلاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک خوبصورت عورت نے اپنے پاس شراب رکھی اور ایک بچہ کو رکھا اور ایک شخص کو مجبور کیا کہ وہ تین میں سے کم از کم ایک بُرائی ضرور کرے، یا تو وہ اس عورت کے ساتھ بدکاری کرے، یا اس بچہ کو قتل کردے، یا شراب پیئے، اس شخص نے سوچا کہ شراب پینا ان تینوں میں کمتر ہے ؛ چنانچہ اس نے شراب پی لی ؛ لیکن اس شراب نے بالآخر یہ دونوں گناہ بھی اس سے کرالئے۔ (نسائی)

ابن باز رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ: سگریٹ نوشی حرام ہے؛ کیوں کہ یہ گندی چیز ہے اور بہت سے نقصانات پر مشتمل ہے اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے کھانے پینے کی چیزوں میں سے پاکیزہ چیزیں حلال ومباح کی ہیں اور گندی چیزوں کو حرام کیا ہے اور تمباکو اپنی تمام قسموں سمیت پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں ؛ بلکہ گندی چیزوں میں سے ہے، اسی طرح تمام نشہ آور چیزیں بھی گندی چیزوں میں سے ہیں۔ اس لیے تمباکو نہ پینا جائز ہے نہ اس کی بیع وشراء اور تجارت جائز ہے، جیسا کہ شراب کی صورت ہے۔ لہٰذا جو شخص سگریٹ پیتا ہے اور اس کی تجارت کرتا ہے اسے جلد ہی اللہ تعالی کے حضور رجوع اور توبہ کرنا، گذشتہ فعل پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا چاہئے، اور جو شخص سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''اے ایمان والو! سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس کے علاوہ سگریٹ نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت میں استعمال شدہ دولت بھی اسراف وتبذیر کے زمرے میں آتی ہے؛ چناں چہ اللہ پاک فرماتے ہیں: بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ (بنی اسرائیل) اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے، اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جاویگا؛ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی، اس کی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گزاری، اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس پر عمل کیا کیا جو جانا (ترمذی)

مختصر یہ کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال جسمانی اعتبار سے بھی مضر ہے، مالی ومعاشی حیثیت سے بھی تباہی کن ہے، اور سماجی واخلاقی نقطۂ نظر سے بھی سم قاتل ہے۔

**منشیات کے طبی نقصانات** : نیوزی لینڈ میں ہونے والی ایک تحقیق کے دوران سر درد اور سگریٹ نوشی کے عمل کے درمیان گہرا تعلق دیکھا گیا ہے، ماہرین نے اپنی تحقیق میں نوسو اسی (۹۸۰) مردوں اور عورتوں کو شامل کیا جنھوں نے بتایا کہ انہیں گیارہ سے تیرہ سال کی عمر میں سر درد شروع ہوا اور وہ اسی عمر سے سگریٹ نوشی بھی کررہے ہیں۔ گزشتہ پندرہ سال سے سگریٹ نوشی کرنے والے ایک گروپ میں شامل افراد نے کہا کہ انہیں علم ہے کہ جب وہ زیادہ سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو سر درد بڑھ جاتا ہے۔ مذکورہ تحقیق سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ یہ اشیاء انسان کے لئے سمِّ قاتل ہیں، اگر کوئی شخص ان کے نقصانات کو جانتے ہوئے ان کا استعمال کرتا ہے تو یہ خودکشی کے زمرے میں آتا ہے، اور خودکشی کی جو سزا شریعت میں متعین کی گئی ہے وہ ہر مسلمان کے لئے ظاہر و باہر ہے، اس مناسبت سے منشیات کے کچھ طبی نقصانات بھی ذیل میں مذکور ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے یہ کہ ان کے استعمال سے دانت خراب ہوجاتے ہیں اور منہ سے بدبو آنے لگتی ہے۔

۲۔ ماہرین کے نزدیک تمباکو وغیرہ میں بے حد زہریلے اجزاء نکوٹین، فیرفورال، پاسٹریڈن وغیرہ ہوتے ہیں یہ زہریلے اجزا انسانی جسم پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور فاسد مادے پیدا کرتے ہیں ان کے استعمال سے خون کا رنگ متاثر ہوتا ہے خون زردی مائل اور پتلا ہوجاتا ہے۔

۳۔ اس سے عضلات کمزور اور ڈھیلے ہوجاتے ہیں۔

۴۔ منشیات کے زیادہ استعمال سے جسم کے افعال میں بے ترتیبی پیدا ہوتی ہے، معمولی محنت سے انسان کی سانس پھولنے لگتی ہے اس سے دل کا دس فیصدی کام بڑھ جاتا ہے اور انسان کی عمر دس فی صد کم ہوجاتی ہے۔

۵۔ ان سے پھیپھڑوں کے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں انسان کے سونگھنے کی طاقت کم ہوجاتی ہے۔

۶۔ ان کے استعمال سے معدہ آنتوں کی اندرونی سطح پر ایک قسم کا چپکدار مادہ جمع ہوجاتا ہے جو ان کی ساخت کو متاثر کرتا ہے اس سے معدہ خراب ہوجاتا ہے اور بھوک کم لگتی ہے۔

۷۔ تمباکو، سگریٹ، نسوار وغیرہ مسلسل لگاتار استعمال کرنے سے یہ سرطان کا باعث بنتے ہیں ؛ بلکہ کینسر کی سترہ اقسام ہیں، جن کی وجہ تمباکو کا استعمال ہے۔ اِن میں منہ، جلد، گلے، سینے، پھیپھڑے، معدے، مثانہ وغیرہ کا کینسر شامل ہے۔

۸۔ ان کے استعمال سے بصارت وبینائی کم ہوجاتی ہے۔

۹۔ ان کے استعمال سے انسان کے اندر چڑچڑاپن، غصہ، سستی، ضد، ڈر، خوف، بدمزاجی پیدا ہوجاتی ہے۔

۱۰۔ ان کا استعمال رعشہ، نزلہ، زکام کا بہت بڑا سبب ہے۔

**خلاصۂ کلام**: دراصل افراد معاشرے کا سرمایہ ہے، فرد کا زیاں خاندان اور سماج کی بنیادوں کو کھوکھلا کردیتا ہے۔ آج بحیثیت انسان اور مسلمان ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم معصوم بچوں اور نوجوان نسل کو نشے کی لعنت سے بچائیں۔ تمام مذہبی ادارے، اسکول وکالج، سماج سدھار تنظیمیں، NGO اور حکومتی سطح پر بھی یہ کام سر انجام دیا جانا چاہئے، یہ بُرائی ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اور ہمیں معاشرے کو اس برائی سے بچانا ہے، یہ فریضہ ہمارے لئے فرض عین کی شکل اختیار کرگیا ہے اور اس کے لئے ہم سب کو متحد ہوکر ایک پلیٹ فارم پر آنا ہوگا تاکہ معاشرے کو اس لعنت سے پاک کرسکیں۔

یاد رہے کہ جب تک منشیات کے استعمال کو رواج اور بڑھاوا دینے والے اسباب ومحرکات کا خاتمہ نہیں کیا جائے گا، اس کے سدباب کی کوشش نہیں کی جائے گی اس وقت تک اس مسئلے کو کنڑول نہیں کیا جاسکتا اور جب تک زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے ذمہ داران بالخصوص علمائے کرام وغیرہم منبر ومحراب سے منشیات کی روک تھام کے لیے سنجیدہ کردار ادا نہیں کریں گے؛ اس وقت تک اس سنگین صورت حال پر قابو پانا مشکل ہے۔ یہ کس درجہ افسوسناک بات ہے کہ سگریٹ سازی کی صنعت کو باقاعدہ قانونی حیثیت حاصل ہے؛ لیکن یہ کس قدر مضحکہ خیز امر ہے کہ سگریٹ کی ڈبیہ پر ''خبردار! تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر ہے'' جیسا وعظ رقم کیا جاتا ہے، لیکن اس سگریٹ سازی کی صنعت کو روکنے یا اس کی خرید وفروخت کے حوالے سے کسی قسم کی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا، اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ تمباکو نوشی کے خلاف صرف ایک دو دن نہیں ؛ بلکہ برس کے بارہ مہینے مہم چلائی جائے اور تمام طبقات بالخصوص میڈیا اور منبر ومحراب منشیات کے استعمال کے رجحانات کو کنڑول کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا

# سرکاری اسکول۔ چند قابل توجہ امور

صابر علی سیوانی

ملک کا موجودہ تعلیمی نظام مقصدیت کی تکمیل میں ناکام نظر آتا ہے، ملک میں کوئی بھی ایسا تعلیمی ادارہ نہیں ہے، جو طلبہ کی ہمہ جہت ترقی اوران کی بہتر تربیت کو اپنا مشن سمجھتا ہو۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں تمام تعلیمی ادارے تجارتی مراکز بن چکے ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تعلیمی بزنس سے بہتر، سودمند اور نفع بخش کوئی دوسرا کاروبار نہیں ہے، صارفیت کے اس دور میں تعلیم کے نام پر بڑے بڑے ادارے اور بڑے بڑے لوگ بک رہے ہیں۔ آج حالت یہ ہے کہ سرکاری اسکولوں میں ملازمت سے وابستہ اساتذہ اسکول سے ملنے والی تنخواہ سے چار گنا زیادہ رقم کوچنگ انسٹی ٹیوٹ سے حاصل کررہے ہیں، ایسے میں تعلیم کا مقصد کہاں تک پورا ہو پائے گا۔ گاندھی جی نے کہا تھا کہ تعلیم کا مقصد بچے کی ہمہ جہت ترقی (All round development) ہونا چاہئے لیکن آج تو تعلیم کا مقصد One side development ہوکر رہ گیا ہے، اور وہ ہے حصول دولت۔ بس اسی حرص وہوس نے تعلیم کو بازار کی چیز بنا دیا ہے۔ آج کا تعلیمی نظام بہت جلد دولت کی فراہمی کا سامان تو ضرور مہیا کرتا ہے، لیکن بچے سے اس کا اخلاقی کردار اور انسانی رشتوں کی پاسداری کی صفت چھین لیتا ہے، اوراس کی ابتداء بچے کی ابتدائی تعلیم سے ہی ہو جاتی ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد بچے کو ایک کامیاب شہری بنانا ہوتا ہے، کامیاب شہری بنانے کا مرحلہ والدین کی گود سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ بچے کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے نقالی کی ابتداء کرتا ہے، بچہ جیسے ہی ہوش سنبھالتا ہے، وہ آس پاس کی چیزوں، افراد، ماحول روزمرہ استعمال میں آنے والی چیزوں اورلوگوں کی بولیوں کے اثرات قبول کرنا شروع کر دیتا ہے، سب سے پہلے والدین کی چال ڈھال، گفت وشنید، نشست و برخاست، آمد ورفت، خورد ونوش اور عادات واطوار کو دیکھتا ہے، ماں جو بولتی ہے اسے غور سے سنتا ہے اوراس کی نقل کرنے کی عادت ڈالنے لگتا ہے، دو چار سال کی عمر میں وہ کھانے پینے، کھیلنے کودنے اور دوست بنانے کے عمل میں مصروف ہو جاتا ہے اوراس کے جو بچے دوست ہوتے ہیں انہیں کے ماحول میں اس کی ذہنی نشو ونما ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والدین اپنے نونہالوں کے لیے کوچنگ یا ٹیوشن کا انتظام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ آج کل کئی ریاستوں میں ٹھیکے پر اساتذہ مقرر کیے جانے لگے ہیں، اور اگر بہار کے تناظر میں بات کی جائے تو یہاں یہ سلسلہ ۲۰۰۶ء سے شروع ہوا ہے اور فی الحال یہاں کم وبیش ۵ر لاکھ اساتذہ کی تقرری کنٹرکٹ پر عمل میں لائی جا چکی ہے، اور کم وبیش ۲۰ر ہزار اساتذہ کی تقرری کا مرحلہ جاری ہے۔ ان اساتذہ کو "نیوجت ٹیچر" کہا جاتا ہے اور جو پہلے سے برسر خدمت ہیں انہیں ریگولر اساتذہ کہا جاتا ہے۔ اب یہ "نیوجت ٹیچرس" اسکولوں میں جاکر ایک خاص قسم کا ماحول بنانے میں مصروف ہوگئے ہیں، کیوں کہ ریگولر اور کنٹریکچوئل اساتذہ کی تنخواہوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، اس لیے اب یہ لوگ دھرنا اور احتجاج وقتاً فوقتاً منظم کرتے رہتے ہیں، اوران کی مانگ ہوتی ہے کہ انہیں بھی وہ تمام سہولتیں مہیا کرائی جائیں جو مستقل طور پر برسر خدمت اساتذہ کو فراہم ہیں۔ ان کا مطالبہ بھی درست ہے، لیکن حکومت نے جب پروانۂ تقرری انہیں تھمایا تھا، تو اس میں واضح لفظوں میں لکھا تھا کہ ان کی تقرری مستقل نہیں ہو رہی ہے بلکہ انہیں Adjust (نیوجت) کیا جا رہا ہے۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ حکومت اتنا زیادہ مالی خسارہ برداشت نہیں کرنے والی ہے، جو ان اساتذہ کی تنخواہوں کے باعث اسے برداشت کرنا پڑے گا۔ اب یہ معاملہ ہائی کورٹ سے سپریم کورٹ تک پہونچ چکا ہے۔ اور سپریم کورٹ نے بھی ان کی مانگیں ماننے سے انکار کر دیا ہے، اس کے باوجود ان اساتذہ کا احتجاج جاری ہے۔

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب سے حکومت ہند نے ان نئے اساتذہ کو بحال کیا ہے، اس وقت سے اسکولوں میں تعلیم وتعلم کا گراف اوپر جانے کے بجائے نیچے گر گیا ہے۔ اب تو ان اسکولوں کی حالت یہ ہے کہ اگر آپ اسکول کے اسٹاف روم میں دوپہر لنچ کے بعد چلے جائیں تو وہاں کے بیشتر اساتذہ سوتے ہوئے ملیں گے۔ ان میں سے کچھ ٹیبل پر سر رکھ کر سونے کے عمل میں مصروف دکھائی دیتے ہیں، کچھ سامنے کرسی رکھ کر پیر پھیلا کر سو جاتے ہیں اور جب چھٹی کی گھنٹی بجتی ہے تو بیدار ہوتے ہیں اور پھر اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر یہ بات کہی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی کہ ان اساتذہ کے اندر فرض کی ادائیگی کا فقدان ہے، کاش انہیں یہ احساس بھی ہوتا کہ اسکول کے بچے بھی ان کے اپنے بچوں کی طرح ہی ہیں، تو ان میں احساس ذمہ داری اور فرض شناسی پیدا ہو جاتی۔

ہندوستان کے سرکاری اسکولوں میں جس طرح کا نصاب اور طرز تعلیم رائج ہے، وہ بڑی حد تک ہندوستانی معاشرے کے لیے سودمند نہیں ہے۔ مرکزی حکومت نے مفت تعلیم اور نہ جانے کتنے تعلیمی قوانین بنائے، لیکن آج تک ان پر عملی طور پر کوئی خاطر خواہ اقدام نہ ہو سکا، جس کے ذمہ دار حکومت، سرپرست، اساتذہ اور طلبہ سبھی ہیں، آج تک حکومت عوام میں تعلیم کے تئیں شعوری بیداری پیدا کرنے میں ناکام ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اربوں روپئے خرچ کیے جانے کے باوجود بھی حکومت اپنے مقاصد میں ناکام رہی ہے، ڈاکٹر من موہن سنگھ کی مرکزی حکومت نے دسویں جماعت تک تعلیم کا مفت انتظام کیے جانے کی بات کہی تھی، ۷ر جون ۲۰۱۱ء کو سابق مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل جناب کپل سبل نے دہلی سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن (مرکزی مشاورتی کمیٹی برائے تعلیم) کی میٹنگ میں اس بات کا اعلان کیا کہ اب دسویں کلاس تک ملک میں مفت تعلیم کی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مفت تعلیم دیے جانے کے اعلان سے ہندوستان خواندگی کی صدفی صد شرح حاصل کر لے گا؟ اس طرح کے اعلانات سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلنے والا ہے۔ اگر واقعی حکومت تعلیم کے تئیں سنجیدہ ہے تو اسے تعلیم سے متعلق ان بنیادی باتوں کی طرف توجہ دینی ہوگی جو مفت تعلیم اسکیم سے بھی زیادہ ضروری ہیں، اور جو تعلیم کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ اسکولی تعلیم کے نظام کو کارگر بنانے کے لیے سب سے پہلے ان پہلوؤں پر غور کرنا پڑے گا، جو موجودہ دور کے تقاضوں کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حکومت کو پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں میں ایسے ذی استعداد، قابل اور تعلیمی پیشے سے دلچسپی رکھنے والے اساتذہ کی تقرری کرنی ہوگی، جو ایمانداری سے اپنے فرائض کو انجام دے سکیں، تعلیمی معیار کے سلسلہ میں صرف اعلیٰ تعلیم کے معیار پر توجہ دینے کی روایت سے اوپر اٹھ کر اس معیار کو بنیادی تعلیم اور اسکولوں کی تعلیم کے لیے کارگر بنانا ہوگا، آج حالت یہ ہے کہ ملک کے ۵۰ر فیصد سرکاری، پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں میں ۷۰ر فیصد ایسے اساتذہ ہیں، جو اس پیشے سے بوجہ مجبوری وابستہ ہیں، کچھ مضامین مثلاً ریاضی، فزکس، بایولوجی اور انگریزی کے اساتذہ نے تعلیم کو ایک بہترین بزنس بنا لیا ہے، انہوں نے اپنے گھروں یا بازاروں میں کوچنگ انسٹی ٹیوٹ قائم کر رکھے ہیں، جہاں وہ انہیں طلبہ کو پڑھاتے ہیں، جنہیں وہ اسکولوں میں پڑھاتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ ایک ٹیچر جب اسکول میں پڑھاتا ہے تو اس کی کارکردگی پر سوالیہ نشان کھڑا کر دیا جاتا ہے، لیکن جب وہی استاد اپنے کوچنگ انسٹی ٹیوٹ میں بچوں کو تعلیم دیتا ہے تو اس کے نتائج زیادہ بہتر سامنے آتے ہیں، سب سے پہلے حکومت کو اس روش اور ذہنیت پر قابو پانی ہوگی، جو عوام وخواص اور طلبہ کے دلوں میں جاگزیں ہیں کہ اگر کوچنگ کے لیے انسٹی ٹیوٹ نہیں گئے تو بورڈ کے امتحان میں ناکامی ہاتھ آئے گی اور یہ عام روش بن چکی ہے۔

آج تعلیم کو مفت کرنے کی بات کی جارہی ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ سرکاری اسکولوں میں طلبہ اور طالبات کی حاضری ۳۰ر سے ۴۰ر فیصد کے درمیان دیکھی جاتی ہے، مڈ ڈے میلس اسکیم (MidDayMealsScheme) کے باوجود بچے دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اسکول سے فرار ہو جاتے ہیں، آخر کیا وجہ ہے کہ سرکاری اسکولوں میں تنخواہیں چارگنی ہونے کے باوجود اساتذہ کاہل ہوگئے ہیں؟ آخر کون سی وجہ ہے کہ آج بھی طلبہ کے سرپرستوں کے دلوں میں سرکاری اسکولوں کے معیار کے متعلق منفی تصورات قائم ہیں؟ آخر وہ کون سی علت ہے کہ جس کے باعث حکومت گاؤں کے سیدھے سادے اور سادہ لوح اولیائے طلبہ میں تعلیم کے تئیں شعورِ بیداری پیدا نہیں کر پاتی؟ قانون پاس کر دینے سے تعلیم کے میدان میں اصلاح کا عمل مکمل نہیں ہو سکتا بلکہ ان وجوہ واسباب پر غور کرنے کی ضرورت ہے، جو تعلیم کی راہ میں قدغن کا کام کرتی ہیں۔

ملک میں جہاں ۷۰ر فیصد آبادی دیہی علاقوں میں زندگی گزارتی ہے، وہیں کم وبیش ۷۵ر فیصد اسکول بھی سرکاری طور پر دیہاتوں میں تعلیم وتعلم سے وابستہ ہیں، تعلیم کے شعبہ میں خصوصاً اسکولی سطح کی تعلیم کو کارگر اور مؤثر بنانے کے لیے اور اساتذہ وطلبہ کے مختلف مسائل کے حل کے لیے ریجنل ڈپٹی ڈائرکٹرس آف ایجوکیشن (آر ڈی ڈی ای) اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (ڈی ای او) اور ڈائرکٹر آف ایجوکیشن جیسے اہم عہدے داران تعلیمی نظام کو چست اور درست رکھنے کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں، ایک ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے تحت کم وبیش ۲۰۰ر تا ۳۰۰ر بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ اسکولس ہوتے ہیں، جو ان کے دفاتر سے کافی دور ہوتے ہیں، اور شہروں میں بھی ہوتے ہیں، بلکہ ڈسٹرکٹ سے بعض دفعہ ان کی دوری ۴۰ر تا ۵۰ر کیلومیٹر تک ہوتی ہے۔ دیہی علاقوں میں بعض اسکول ایسی جگہ واقع ہوتے ہیں جہاں عہدیداران اور تعلیمی افسران کی موٹر کاریں نہیں جاسکتی ہیں، جہاں پہونچنے کے لیے پگڈنڈیوں پر چل کر اسکول تک جانا ہوتا ہے، بعض اسکول ایسی جگہ ہوتے ہیں، جہاں چاروں طرف کھلے میدان اور کھیت ہی کھیت ہوتے ہیں۔ اکثر وبیشتر دیہی علاقوں میں تعلیم کے شعبے سے وابستہ افسران سال میں بمشکل ایک یا دوبار مشاہدہ یا معائنہ کے لیے جاتے ہیں، اور یہ تمام دیہی سرکاری اسکول گاؤں کے بارُعب افراد کے زیر سایہ کام کرتے ہیں۔ گاؤں کے مکھیا اور سرپنچ اسکول کے اساتذہ پر اپنی برتری بنائے رہتے ہیں، اسکول کے جو ہیڈ ماسٹر ہوتے ہیں، وہ بھی مخصوص صفات کے حامل ہوتے ہیں، جن میں مذہب اور ذات پات کا تعصب بھرا ہوتا ہے، عام طور پر ان اسکولوں کے صدر خوشامد پسند ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں، جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض اساتذہ اپنے ذاتی کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور کئی کئی دن غیر حاضر رہنے کے باوجود انہیں پورے ماہ کی تنخواہ ٹریژری سے مل جاتی ہے، ذات پات کا تعصب ان اسکولوں میں زیادہ دکھائی پڑتا ہے، جو کسی دوسرے ادارے میں نہیں دکھائی دیتا، دیہی اسکولوں میں کرپشن بھی زیادہ ہے۔ سب سے پہلے حکومت کو بھید بھاؤ اور عصبیت والی ذہنیت کے حامل اساتذہ جو اسکولوں کا ماحول خراب کرتے ہیں اور اساتذہ میں تفریق پیدا کرتے ہیں، ان پر قابو پانا ہوگا۔ گروہ بندی کی یہ روش اسکولوں میں جب تک ختم نہیں ہوگی اس وقت تک تعلیم کے نظام کو درست نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اگر آر. ڈی. ای اور ڈی. ای. او. یہ معمول بنالیں کہ ہفتے میں کم از کم دو دن مختلف شہری اور دیہی علاقوں میں واقع اسکولوں میں Surprise Visit کریں گے تو ان کے ڈر سے اسکولوں میں اساتذہ کی حاضری کے ساتھ ساتھ طلبہ کی حاضری میں بھی اضافہ ہوگا اور کم از کم برخاست ہونے یا معطل ہونے کے خوف سے یہ اساتذہ وقت پر اسکولوں میں آکر اپنے فرائض کو انجام دیں گے، لیکن ان افسران کو آرام دہ کمروں اور شہر کے ماحول سے باہر نکلنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے، پھر تعلیمی نظام کی درستگی کے لیے کون آگے آئے گا؟

اسکولوں میں بنیادی سہولت کا فقدان ہے، آج بھی ہندوستان کے بہت سے اسکول میں فرنیچرس کا مناسب انتظام نہیں ہے، چھت ٹپکتی ہے، بچے زمین پر بیٹھ کر پڑھنے پر مجبور ہیں، اس صورت حال میں مفت تعلیم کی مرکزی سرکار کی اسکیم سے تعلیم کے فروغ میں کس حد تک مدد مل سکتی ہے، زمینی سطح پر موجود مسائل کا تدارک اگر نہیں کیا گیا تو ہزاروں تعلیمی اسکیمیں بے سود ثابت ہوں گی، اس لیے حکومت کو چاہئے کہ وہ سب سے پہلے عوام وخواص، طلبہ اور اساتذہ میں تعلیم کے تئیں شعورِ بیداری پیدا کریں، تعلیم کی اہمیت اور افادیت سے انہیں آگاہ کرنے کی تدابیر اپنائیں۔ جب ایک بار عوام میں خصوصاً دیہی عوام میں تعلیم کے تئیں شعورِ بیداری پیدا ہو جائے گا تو تعلیم کے شعبہ سے متعلق سیکڑوں مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے، جن ممالک نے ترقی کر کے ترقی یافتہ ممالک میں خود کو شامل کیا ہے، ہمارا ملک بھی ان ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہو جائے گا۔ انہوں نے تعلیم کے شعبہ میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کی ہے اور تعلیم کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ترقی کے منازل طے کیے ہیں۔

ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ جن سرکاری اسکولوں میں اساتذہ تقرر کیے جاتے ہیں، وہ یا تو کسی نہ کسی طرح تعلیم کے شعبہ کے افسران کی مہربانی یا کسی اثر ورسوخ والے شخص کے رحم وکرم یا رشوت دے کر یہاں تک پہونچتے ہیں، ان میں سے بہت سے تو ایسے ہوتے ہیں جن کی صلاحیت قابل رحم ہوتی ہے، وہ اپنے مضمون کو ہی ٹھیک سے نہیں پڑھا پاتے ہیں، اگر پڑھاتے بھی ہیں تو طلبہ ان سے مطمئن نہیں ہو پاتے ہیں، ایسے ہی اساتذہ کی وجہ سے سرکاری اسکولوں کی امیج بگڑ چکی ہے، اور عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ سرکاری اسکولوں میں پڑھائی نہیں ہوتی ہے۔

# ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

## محمود پراچہ ایڈوکیٹ کو مرکزی حکومت ڈرانے اور خاموش رکھنے کی کوشش کررہی ہے: حضرت امیر شریعت

مرکزی حکومت ان تمام زبانوں کو بند کردینا چاہ رہی ہے، جو مجبوروں، مظلوموں اور حکومت کے ستائے لوگوں کی حمایت کیا کرتی ہے، چاہے وہ یوگیندر یادو ہوں یا ہرش مندر ہوں، محمود پراچہ ایڈوکیٹ ہوں یا اور کوئی، انہیں ڈرایا جارہا ہے، مقدمات میں پھنسایا جارہا ہے، اور مرکزی حکومت کی ایجنسیوں کے ذریعہ پریشان کیا جارہا ہے، یہ باتیں مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے ایک اخباری بیان میں کہیں، پچھلے دنوں یہی صورت حال ایڈوکیٹ سپریم کورٹ محمود پراچہ کے ساتھ پیش آئی، سیکڑوں پولیس کے جوانوں نے ان کا دفتر گھیر لیا، اور پولیس کے ذمہ داروں نے ان کے دفتر پہونچ کر اودھم مچایا، ان کے ساتھ ہاتھا پائی کی، طاقت کا ناجائز استعمال کیا، دیر تک گالیاں دیتے رہے، دفتری کاغذات کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا، اور ان سے وہ بات کہلانے کی کوشش کرتے رہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ محمود پراچہ صاحب دباؤ میں نہیں آئے، اور گھنٹوں پولسیا تہذیب استعمال کرنے کے باوجود پولیس کے عہدہ داروں کو کچھ ہاتھ نہیں لگا۔

حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی نے فرمایا کہ محمود پراچہ کا قصور یہ ہے کہ وہ حکومت کے ستائے لوگوں کا مقدمہ لڑتے ہیں، شاہین باغ تحریک کے وہ قانونی سربراہ ہیں، اور جن لوگوں نے دستور ہند کے مطابق اپنا حق اعتراض اور احتجاج درج کرایا، مرکزی حکومت انہیں غلط اور بے بنیاد مقدموں میں پھنسا رہی ہے، اور جیل بھیج رہی ہے، محمود پراچہ صاحب ان کے مقدمات کی پیروی کررہے ہیں، اور جو لوگ مجرم ہیں، جن کا فرقہ پرست جماعتوں سے تعلق ہے، ان پر مقدمہ درج کرواکر جیل پہونچوا رہے ہیں، جن کی تعداد چوبیس ہے، مرکزی حکومت چاہتی ہے کہ کورٹ کے اندر ان مظلوموں کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوئی ہمت نہ کرے اور نہ کورٹ سے باہر صدائے احتجاج بلند کرے، اور نہ کوئی شخص مجرموں پر قانونی کاروائی کی جرأت کرے۔

حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے یہ بھی کہا کہ مرکزی حکومت نے اپنے ان لیڈروں کو کھلی چھوٹ دی، جنہوں نے دہلی میں فساد کی اسکیم بنائی، بُرے بُرے بھدے بھدے نعرے لگائے، فرقہ پرستوں کو اُکسایا، سیکڑوں ٹرینڈ لوگوں کو لوٹ مار کرنے کے لیے دہلی بلوایا اور زبردست فساد کرایا، ان میں سے ایک صاحب مرکزی وزارت میں شریک ہیں، مرکزی حکومت نے دہلی پولیس کے مجرموں پر بھی سخت کاروائی نہیں کی، حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ محمود پراچہ صاحب کے دفتر میں گھس کر ہنگامہ آرائی جمہوریت پر حملہ ہے، یہ ڈکٹیٹرشپ کی واضح علامت ہے، ایسے میں ملک کی جمہوریت کو بچانے اور آئین کی حفاظت کے لیے بڑی تحریک اور لانبی جدوجہد ضروری ہے۔

## امارت شرعیہ اسلام کے اجتماعی نظام کا نمونہ: مولانا سہیل اختر قاسمی

**ضلع بھاگل پور میں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا اصلاحی دورہ**

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ ملک کی مقتدر اور باوقار تنظیم ہے جس کا دائرہ کار گرچہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور مغربی بنگال ہے، مگر اس کے اثرات پورے ملک میں براہ راست یا بالواسطہ محسوس کئے جاتے ہیں یہ تنظیم ان تین ریاستوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے اس کی اساس و بنیاد کتاب وسنت پر ہے، اسلام جس اجتماعی نظام کا تقاضہ کرتا ہے امارت شرعیہ دراصل اس کی مکمل تصویر ہے اسلامی احکام وتعلیمات کو عملی شکل دینے کی ممکنہ طور پر ایک جہد مسلسل کا نام امارت شرعیہ ہے دوسری جانب یہ تنظیم مستقل ملت اسلامیہ کو انسانیت نوازی، خدمت خلق رواداری، بھائی چارگی، شرافت، خلوص وایمانداری اور قومی یکجہتی و برادرانہ تعلقات کے فروغ کا درس دے رہی ہے، اس ادارے کے آٹھ بنیادی شعبہ جات ہیں شعبۂ دعوت وتبلیغ، شعبۂ تنظیم، شعبۂ دارالافتاء، شعبۂ دارالقضاء، شعبۂ تحفظ مسلمین، شعبۂ خدمت خلق، شعبۂ تعلیم، شعبۂ امور مساجد اور شعبۂ بیت المال، ہر ایک شعبہ سے ملت اسلامیہ کے ہزاروں مسائل حل کئے جاتے ہیں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کی جاتی ہے، ہر شعبہ کے ذریعہ سو سالوں سے دین وملت کی ہمہ جہت خدمات انجام دی جارہی ہیں، اس وقت یہ کارواں امیر شریعت بہار، جھارکھنڈ واڈیشہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی کی امارت اور جواں سال فعال عالم دین جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی نظامت میں کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے، مذکورہ باتیں امارت شرعیہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے ادارہ کا جامع تعارف کراتے ہوئے کہیں، قائد وفد مولانا ومفتی سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے امارت شرعیہ کا پیغام دیتے ہوئے موجودہ وقت میں ملت اسلامیہ کے کرنے کے کام بتائے، حالات پر گہری نظر رکھتے ہوئے آنے والے مسائل کے حل کی طرف خواص وعوام کی توجہ مبذول کرائی، بھاگل پور وبانکا ضلع کے قاضی شریعت مفتی خورشید انور قاسمی نے امارت شرعیہ کے دارالقضاء کی چار صوبوں میں پھیلی ہوئی سو سالوں پر محیط خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کو اسلامی نظام عدل کی جانب رجوع کرنے کی ترغیب دی، امارت شرعیہ کے معاون قاضی شریعت مفتی مجیب الرحمٰن قاسمی نے امارت شرعیہ کی رفاہی وملی خدمات کا بسط وتفصیل کے ساتھ ذکر کیا، اس پروگرام کی نظامت کے فرائض مولانا منعام الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ نے انجام دئے اور انتظامی ذمہ داری مولانا قاسم صاحب نے انجام دیا، اخیر میں قائد وفد مولانا ومفتی سہیل اختر قاسمی صاحب کی دعاء پر مجلس کا اختتام ہوا۔

## ضلع سیتامڑھی کے دعوتی واصلاحی دورہ کی اجمالی رپورٹ

علماء امارت شرعیہ کا ایک مؤقر وفد حسب ہدایت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جناب مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ صاحب قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی قیادت میں مورخہ ۳؍دسمبر ۲۰۲۰ء تا ۱۲؍دسمبر ۲۰۲۰ء دعوتی واصلاحی دورہ پر رہا، دس ایام میں وفد نے جن مقامات کا دورہ کیا ان میں میجر گنج، رتن پور، مرلیا ڈیہہ، بسہا، شاہ پور، بچھار پور، رام پور، مرزاپور، گاڑھا مشرقی محلّہ، برار نان پور، بِندھی، نارائن پور، مہسول، راجوپٹی، بھوانی پور، مدرسہ رحمانیہ مہسول اور بیلسنڈ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس وفد میں قائد وفد کے ساتھ مفتی تبریز عالم صاحب قاسمی ناظم تعلیمات دارالعلوم الاسلامیہ، مولانا محمد انوار اللہ فلک قاسمی، مفتی محمد سراج الدین مظاہری دارالقضاء امارت شرعیہ، مولانا رئیس احمد رحمانی، حافظ عمیر احمد اشاعتی اور مفتی اکبر علی قاسمی مبلغین امارت شرعیہ شریک رہے اور گاہے بگاہے حضرت مولانا اظہار الحق صاحب مظاہری ناظم جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں اور حضرت مولانا سعید احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم مہتمم مدرسہ تجوید القرآن سنگھاچوری بھی شریک وفد رہے، بیرار اور بیلسنڈ کے پروگرام میں ڈاکٹر ساجد علی خان نے شرکت فرمائی، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی کے خطاب سے بیرار کے پروگرام میں لوگ مستفیذ ہوئے، یہاں مقامی جھگڑوں کے تصفیئے کے لئے ایک کمیٹی بناکر صلح کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی، اسی طرح رتن پور کے برسوں پُرانے ایک جھگڑے کو نمٹانے کی کوشش کی گئی قائم مقام ناظم صاحب نے دارالقضاء کے نظام کو مضبوط کرنے، تعلیم کو عام کرنے، اور مسلم معاشرے کو بنیادی دینی تعلیم سے آراستہ کرنے پر بھی زور دیا۔

ارکان وفد نے ان ایام میں حسب ہدایت امیر شریعت دین وشریعت کے آئینے میں امارت شرعیہ کی اہمیت و افادیت اور کلمہ واحدہ کی بنیاد پر اتحاد امت، ملی بیداری، دینی غیرت وحمیت اور موجودہ حالات میں امت کو درپیش مسائل کے حل پر تفصیل سے خطاب کیا۔

قائد وفد نے اپنے متعدد خطاب میں فرمایا کہ امارت شرعیہ بہار کی سب سے مقتدر اور باوقار تنظیم ہے، جس کا دائرہ کار گرچہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ ہے؛ مگر اس کے اثرات پورے ملک میں براہ راست یا بالواسطہ محسوس کئے جاتے ہیں، یہ تنظیم ان تین ریاستوں کی سب سے بڑی تنظیم ہے جو اس وقت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی قیادت اور جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی نظامت میں روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے، انہوں نے ایک دوسرے موقع پر کہا کہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں کہ معاملہ تعداد کا نہیں استعداد کا ہے، کامیابی تعداد سے نہیں ہوتی استعداد سے ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ تعداد بھی اگر متحد ہو تب کام بنتا ہے، تعداد کا فائدہ اتحاد میں ہے اور استعداد انفرادی طور پر بھی کام کر جاتا ہے، جس کے اندر صلاحیت ہوتی ہے وہ بنجر زمین میں بھی پھول اُگا دیتا ہے، ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے یہاں شکوہ شکایت کا مزاج بہت زیادہ ہے، لیکن استعداد بڑھانے کی بات نہیں کی جاتی ہے؛ اگر آپ کے اندر صلاحیت ہوگی تو دنیا آپ کی قدر کرے گی۔

مفتی تبریز عالم قاسمی ناظم تعلیمات دارالعلوم الاسلامیہ نے فرمایا کہ امارت شرعیہ کا پیغام یہ ہے کہ بنیادی تعلیم کو عام کیا جائے، معاشرے اور سماج کا ہر فرد اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرے، قرآن کریم کو صحت کے ساتھ پڑھا اور پڑھایا جائے، انہوں نے ایک موقع پر کہا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپسی تنازعات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دارالقضاء سے حل کرائیں، آپ متحد رہیں گے تو آپ کی قوت مضبوط اور مستحکم رہے گی۔

مولانا محمد انوار اللہ فلک قاسمی نے فرمایا کہ جو قوم زمین پر ہار گئی اس کا مٹنا یقینی نہیں ہے؛ مگر جو قوم ذہنی طور پر شکست کھا گئی تو وہ مٹ جائیگی، امارت شرعیہ کا کام ذہنی طور پر امت مسلمہ کو شکست سے بچانا اور نفسیاتی طور پر کھڑا کرنا ہے، انہوں نے کہا کہ بازی میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے، بازی ہار جانا بُرا نہیں، ہمت ہار جانا بُرا ہے۔

مفتی محمد سراج الدین مظاہری نے امارت شرعیہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ کی سب سے مضبوط، مستحکم اور فعال ومتحرک تنظیم ہے، امارت شرعیہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے جو روز اول سے ہی دینی وملی کاموں میں مسلسل لگا ہوا ہے، اور روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے، اس لئے آپ حضرات امارت شرعیہ سے جڑیں اور ان مقاصد کی تکمیل میں اپنا بھرپور تعاون پیش کریں، نیز اپنے تنازعات ومعاملات کورٹ لے جانے کے بجائے دارالقضاء سے حل کرائیں، اس سے اللہ بھی راضی ہوگا اور پیسے بھی برباد نہیں ہوں گے۔

مولانا رئیس احمد رحمانی، حافظ عمیر احمد اشاعتی اور مفتی اکبر علی قاسمی مبلغین امارت شرعیہ نے پروگراموں کے انعقاد اور ان کو کامیاب بنانے میں بھرپور حصہ لیا، اور انتظامی امور کو بحسن خوبی انجام دیا۔

## مفتی اشتیاق احمد کے والد کی رحلت

دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا مفتی اشتیاق احمد قاسمی کے والد ماجد جناب انوار احمد صاحب جھگڑوا ضلع دربھنگہ کا مختصر علالت کے بعد ۷؍جنوری ۲۰۲۱ء کو دربھنگہ کے سیٹی اسپتال میں وصال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کڈنی کے عارضہ میں مبتلا تھے، دواوعلاج جاری تھا، مگر جانبر نہ ہوسکے، اور اللہ کو پیارے ہو گیے، ان کا امارت شرعیہ سے گہرا اور عقیدتمندانہ تعلق تھا، مرحوم بڑے مخلص اور مہمان نواز انسان تھے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر وثبات کی توفیق بخشے۔

# خوش رہنے کا ہنر سیکھئے

مولانا محمد رضوان القاسمی

انسانی زندگی میں غم اور خوشی، دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہیں یہاں نہ غم کو قرار ہے، اور نہ ہی خوشی کو ثبات، اگر زمانے میں کسی چیز کو ثبات ہے تو صرف تغیر کو، تغیر کا عمل دوام واستقلال کے ساتھ جاری ہے، شب تاریک کے دامن سے سحر پیدا ہوتی ہے اور دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی بھی آتی ہے، اور وقت خوشی کا ہو یا غم کا گذرنے کے لئے ہے، وہ گذر ہی جاتا ہے، انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ زندگی کے اس فلسفہ اور راز کو سمجھے اور غم ہو کہ خوشی دونوں حالتوں میں جینے کے گُر اور ہنر کو سیکھے، اور ہر صورت میں اعتدال وتوازن کے ہیرے کو ہاتھ سے جانے نہ دے۔

قرآن حکیم کا یہ حکیمانہ ارشاد ہے: ''جو چیز تم سے لی جارہی ہے اس پر (اتنا) رنج نہ کرو، اور جو چیز اس نے تمہیں دی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا'' (الحدید:۲۳)

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ''تم خوب سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہونچ کر رہے گی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی، جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکی ہے ویسا ہی ہو کر رہے گا، لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین ومضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑ اور اتراؤ نہیں؛ بلکہ مصیبت وناکامی کے وقت صبر وتسلیم اور راحت کے وقت شکر وتحمید سے کام لو''

غم اور خوشی کے اس فلسفہ کو نگاہ میں رکھا جائے تو حوصلہ منداور باہمت فرد کے لئے یہ راہ عمل طے پاتا ہے کہ غم کی کسی صورت میں وہ اپنے اوپر مایوسی اور ناامیدی کو طاری کرکے بیٹھ نہ جائے بلکہ وہ اپنی جدوجہد جاری رکھے اور شاعر کا یہ باعظمت مصرع اس کی باعزیمت زندگی کے لئے ایک پیغام بن جائے کہ ؎ غم کو خوشی بنا کوئی پہلو نکال کر

## تیری رضا جو ہو سو ہو

انسان کی زندگی میں ''خوشی'' کی حیثیت اتنی بلند ہے کہ اہل جنت، جنت کی تمام تر نعمتوں کے سرفراز کئے جانے کے بعد جس سب سے ''بڑی نعمت'' سے نوازے جائیں گے، وہ ہے اللہ کی ''خوشنودی'' اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے ورضوان من اللہ اکبر اس پر بھی نظر رہنی چاہئے کہ رنج وغم کے بوجھ سے ذہن ودماغ کو ہلکا رکھنا، انسان کی اخلاقی اور طبی ضرورت بھی ہے، ایسا انسان چاق وچوبند اور ہشاش وبشاش رہ کر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بغیر کسی کوتاہی سستی اور غفلت کے انجام دیتا رہے گا، طرح طرح کی بیماریوں سے نجات ملے گی اور عام صحت ٹھیک اور درست رہے گی، ملنے جلنے کا انداز بہتر رہے گا اور طبیعت ومزاج میں چڑچڑا پن اور غصہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوگی، ایمان ویقین میں تازگی آئے گی اور صبر وتوکل اور تسلیم ورضا کے ساحل سے ہمکنار ہو کر اپنی زندگی میں حقیقی بندگی کا مزہ پائے گا۔

راقم الحروف کو اس موقع پر مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ایک مضمون یاد آرہا ہے جو خط کی شکل میں ان کی شاہکار اور گرانمایہ ادبی کتاب ''غبار خاطر'' میں ہے، مولانا آزادؒ نے اپنے اس خط میں غم وخوشی کے فلسفہ پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کی ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ ''اگر آپ نے یہاں ہر حال میں خوش رہنے کا ہنر سیکھ لیا ہے تو یقین کیجئے کہ زندگی کا سب سے بڑا کام سیکھ لیا ہے، اب اس کے بعد اس سوال کی گنجائش ہی نہیں رہی کہ آپ نے اور کیا کیا سیکھا؟ خود بھی خوش رہئے اور دوسروں سے بھی کہتے رہئے کہ اپنے چہروں کو غمگین نہ بنائیں''

''غبار خاطر'' کا یہ نواں خط (جو ۱۳/صفحات پر مشتمل ہے) پورا کا پورا پڑھنے سے متعلق ہے، تاہم افادۂ عام کی خاطر اس کے بعض اہم حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، مولانا آزادؒ لکھتے ہیں: ''قید خانے کی چہاردیواری کے اندر بھی سورج ہر روز چمکتا ہے، اور چاندنی راتوں نے کبھی قیدی اور غیر قیدی میں امتیاز نہیں کیا، اندھیری راتوں میں جب آسمان کی قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں تو وہ صرف قید خانے کے باہر ہی نہیں چمکتیں، اسیران قید ومحن کو بھی اپنی جلوہ فرشیوں کا پیام بھیجتی رہتی ہیں، صبح جب طباشیر بکھیرتی ہوئی آئے گی اور شام جب شفق کی گلگوں چادریں پھیلانے لگے گی تو صرف عشرت سراؤں کے دریچوں سے ہی ان کا نظارہ نہیں کیا جائے گا، قید خانے کے روزنوں سے لگی ہوئی نگاہیں بھی انہیں دیکھ لیا کریں گی، فطرت نے انسان کی طرح کبھی یہ نہیں کیا کہ کسی کو شادکام رکھے، کسی کو محروم کردے، وہ جب کبھی اپنے چہرہ سے نقاب الٹتی ہے تو سب کو یکساں طور پر نظارۂ حسن کی دعوت دیتی ہے، یہ ہماری غفلت اندیشی ہے کہ نظر اٹھا کر دیکھتے نہیں اور صرف اپنے گردوپیش ہی میں کھوئے رہتے ہیں۔

جس قید خانے میں صبح ہر روز مسکراتی ہو، جہاں شام ہر روز پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو، جس کی راتیں کبھی ستاروں کی قندیلوں سے جگمگانے لگتی ہوں، کبھی چاندنی کی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہوں، جہاں دوپہر روز چمکے، شفق ہر روز نکھرے، پرند ہر صبح وشام چہکیں، اسے قید خانہ میں ہونے پر بھی عیش ومسرت کے سامانوں سے خالی کیوں سمجھ لیا جائے؟ یہاں سروسامان کار کی تو اتنی فراوانی ہوئی کہ کسی گوشہ میں بھی گم نہیں ہوسکتا، مصیبت ساری یہ ہے کہ خود ہمارا دل ودماغ ہی گم ہو جاتا ہے، ہم اپنے سے باہر ساری چیزیں ڈھونڈتے ہیں اگر اسے ڈھونڈھ نکالیں تو عیش وعشرت کا سارا سامان اسی کوٹھری کے اندر سمٹا ہوا مل جائے، ایوان ومحل نہ ہوں تو کسی درخت کے سائے سے کام لے لیں، دیبا ومخمل کا فرش نہ ملے تو سبزۂ خودرو کے فرش پر جا بیٹھیں، اگر برقی روشنی کے کنول میسر نہیں ہیں تو آسمان کی قندیلوں کو کون بجھا سکتا ہے، اگر دنیا کی ساری مصنوعی خوشنمائیاں اوجھل ہوگئی ہیں تو ہو جائیں، صبح اب بھی ہر روز مسکرائے گی، چاندنی اب بھی ہمیشہ جلوہ فروشیاں کرے گی، لیکن اگر دل زندہ پہلو میں نہ رہے تو خدارا بتلایئے اس کا بدل کہاں ڈھونڈیں، اس کی خالی جگہ بھرنے کے لئے کسی چولھے کے انگارے کام دیں گے؟

مجھے یہ ڈر ہے، دل زندہ، تو نہ مرجائے  
کہ زندگانی عبارت ہے، تیرے جینے سے

میں آپ کو بتلاؤں اس راہ میں میری کامرانیوں کا راز کیا ہے؟ میں اپنے دل کو مرنے نہیں دیتا، کوئی حالت ہو، کوئی جگہ ہو، اس کی تڑپ دھیمی نہیں پڑے گی، میں جانتا ہوں کہ جہان زندگی کی ساری رونقیں اسی میکدۂ خلوت کے دم سے ہیں، یہ اجڑا اور ساری دنیا اجڑ گئی''۔

## ایک دلچسپ واقعہ

موضوع کی مناسبت سے مناسب ہوگا کہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی ''آپ بیتی'' کا یہ دلچسپ واقعہ بھی پڑھا جائے، خواجہ صاحب لکھتے ہیں ۱۹۱۱ء میں پورٹ سعید سے بمبئی آرہا تھا، راستہ میں طوفان آیا اور افسران جہاز نے خطرہ کا اعلان کیا، اور جان بچانے کی تدبیریں شروع کیں، میرے قریب چند عورتیں بیٹھی تھیں، وہ چیخ چیخ کر رونے پیٹنے لگیں، مجھے ہنسی آگئی؛ کیونکہ ان کا رونا کچھ اسی قسم کا تھا ایک عورت نے مجھ کو ہنستا دیکھ کر کہا کیا تم کو اپنے مرنے کی خبر نہیں ہے جو ہنستے ہو، میں نے جواب دیا مجھے معلوم ہے کہ جہاز خطرہ میں ہے، مگر میں ہنس کر مرنا چاہتا ہوں اور تم رو کر مرنا چاہتی ہو، مرنا دونوں کو پڑے گا، اس بے خوفی کا سبق مجھ کو دمشق میں ملا تھا، میں نے ایک بدو سردار کو ترکی پولس کے ہاتھوں میں مقید دیکھا، وہ سردار بہت بشاش اور بے فکر معلوم ہوتا تھا، میں نے پولس سے پوچھا یہ کون ہے اور اس کا جرم کیا ہے، اس نے کہا یہ مشہور ڈاکو ہے، اس نے ریل کی پٹریاں اکھاڑی تھیں اور ڈاکے بھی بہت مار چکا ہے، اب اس کو قتل کیا جائے گا، اب تو مجھے اور بھی تعجب ہوا کہ مرنے کو جاتا ہے اور خوش ہے، آخر پولس کی اجازت سے میں نے بدو سے پوچھا کہ تم خوش معلوم ہوتے ہو، شاید تم کو اپنے پھانسی پانے کی خبر نہیں ہے، بدو نے ہنس کر جواب دیا مجھے معلوم ہے کہ کل دوپہر کو اس سامنے والے پل پر موت کی رسی میں لٹکایا جاؤں گا، مگر میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ خوشی کی ایک ساعت ہزار موتوں سے خریدی جائے تب بھی سستی ہے، پھر بھی کئی ساعت کی خوشی کو ایک موت کے ہاتھ فروخت کردوں۔ (آپ بیتی خواجہ حسن نظامی ص ۱۳۰)

## جس چمن سے افسردہ ہو وہ باد سحر کیا

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہنسی خوشی کا ایک منٹ بھی قیمتی ہے، اہل دل اور اصحاب حوصلہ اور ہمت اس حقیقت کو اور اس حقیقت کے بطن سے ظاہر ہونے والے فیوض وبرکات کو خوب جانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ انفرادی سطح کے علاوہ قومی سطح پر بھی افسردگی ویاس اور ناامیدی کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور افسردگی پیدا کرنے والے ادب کو بھی سودمند قرار نہیں دیتے، تاہم یہ واضح رہے کہ انفرادی اور سماجی زندگی کو بنانے کے لئے کیفیت اور اخلاقی حالت کو سدھارنے کے لئے ''فکر آخرت'' ضروری ہے، بقول مشہور شاعر اعجاز رحمانی:

''فکر آخرت سے ہمیشہ دلشاد رہنا چاہئے''

## اعلان مفقود الخبری

### معاملہ نمبر ۲۳/۱۱۱/۱۴۳۹ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ)

**سونی خاتون بنت مسلم نداف مقام بھوارہ، ڈاکخانہ پنڈارج تھانہ کمتول ضلع دربھنگہ۔ فریق اول**

**بنام**

**چھوٹو نداف ولد محمد اسلام نداف مقام وڈاکخانہ موریا تھانہ موریا ضلع دربھنگہ۔ فریق دوم**

**اطلاع بنام فریق دوم**

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۶/جمادی الاخری ۱۴۴۲ھ مطابق ۹/فروری ۲۰۲۱ء روز منگل بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

### معاملہ نمبر ۱۹/۲۹۲/۱۴۴۲ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ یکہتہ مدھوبنی)

**ناظمہ خاتون بنت محمد مصطفیٰ مقام اسلام پور ڈاکخانہ لہان ضلع سرہا، نیپال۔ فریق اول**

**بنام**

**محمد ہارون ولد نبی بخش ضلع سوپول، انڈیا۔ فریق دوم**

**اطلاع بنام فریق دوم**

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء یکہتہ مدھوبنی میں عرصہ ۱۰/سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۹/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۴/مارچ ۲۰۲۱ء روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

طب وسائنس

# موسم سرما میں اپنی صحت کا خیال رکھیں

نازش احتشام اعظمی

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زندگی کی نشو ونما کیلئے رنگارنگ موسم بنائے ہیں، غذا کے ہضم ہونے اور صحت وتندرستی کے لئے سب سے بہتر موسم، موسمِ سرما ہی ہے۔ عام طور پر موسمِ سرما کا آغاز نومبر سے ہوجاتا ہے اور فروری تک چلتا ہے۔ مگر گزشتہ دو برس سے موسم کی تبدیلی میں بدلاؤ آیا ہے، گرمی، برسات اور سردی تینوں موسم اب تاخیر سے ہی آتے ہیں اور ان کے جانے کا نظام بھی اسی طرح تبدیل ہوا ہے۔ چونکہ طب یونانی کسی بھی مرض کے لاحق ہونے کیلئے موسم اور مزاج کو ہی عموماً سبب قرار دیتا ہے۔ لہذا موسم کے تغیر کے موجودہ حالات میں نئے نئے امراض کے جنم لینے کا خطرہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ چونکہ اس وقت ماہ جنوری چل رہا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحت اور موسمی تغیرات کے حوالے سے ایک طبیب ہونے کی ذمہ ادا کرتے ہوئے موسم سرما میں حملہ آور ہونے امراض سے قارئین کرام کو آگاہ کیا جائے۔ دسمبر، جنوری میں عموماً شدت کی سردی پڑتی ہے۔ اگر سردی سے بچاؤ کا اہتمام کیا جائے تو سردی رحمت اور اگر بے احتیاطی کی جائے تو سردیاں زحمت بن جاتی ہیں۔ سردی اور یہ موسم کئی بیماریوں مثلاً نزلہ زکام اور کھانسی کو بھی ساتھ لیکر آتا ہے دن میں تیز دھوپ اور رات میں خنکی سے جسم کا دفاعی نظام متاثر ہوتا ہے۔ سردیوں کی بے احتیاطی کا پہلا تحفہ انفلوئنزا یا وبائی فلو ہے، ہمارے پیٹ کے اندر جگہ جگہ کام کرنے والی مشینری کا جال بچھا ہوا ہے یہ چھوٹی، بڑی مشینری آگ کی بھٹی کی شکل میں کافی مقدار میں خون اور چربی بنا بنا کر جسم کو گرم اور مضبوط بنانے کا کام جاری رکھتی ہیں، جس طرح جسم کے اندرونی کارخانے کے برابر ٹوٹ پھوٹ اور مرمت کا سلسلہ برابر چلتا ہے اسی طرح ہر موسم میں ہمارے جسم کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، اس کے لئے ہمارا دفاعی نظام بہتر ہونا چاہئے۔ اس موسم کے امراض سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ درج ذیل تدابیر پر عمل کیا جائے۔ اس بات پر محققین صحت کا عام اتفاق ہے موسم میں کچھ بیماریاں بڑھ جاتی ہیں اور گھر کے چھوٹے بڑے، سب کے لیے کئی طرح کی پریشانیوں کا باعث بنتی ہیں۔ ان سے کیسے نمٹا جائے، یہ جاننا بہت اہم ہے، نزلہ، زکام، کھانسی، ناک بند ہونا، ناک میں ریشہ کا جماؤ (Sinusits)، نمونیہ، الرجی (دمہ)، جسم اور بالوں کی خشکی، کمر درد اور جوڑوں کا درد، خارش اور دل کے امراض۔ سرد موسم میں جسم کا خودکار نظام اپنی حرارت بچانے کے لیے بیرونی اعضاء اور جلد کی طرف خون کے بہاؤ میں کمی کر دیتا ہے۔ اس طرح ہمارے بازو ٹانگیں ناک کان اور جلد ٹھنڈک کا شکار ہو کر مختلف تکالیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جب سردی کی وجہ سے ہمارا ناک گلہ اور نظام تنفس کا اوپری حصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو بیرونی ٹھنڈی ہوا جس میں جراثیم اور الرجی پیدا کرنے والے ذرات ہوتے ہیں ہمارے نظام تنفس میں داخل ہو کر نزلہ، زکام اور کھانسی وغیرہ پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ہمارے جلد اور سر کے بال خشک ہو جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ گرم پانی کے ساتھ نہانے کے باعث جسم اور سر کے بالوں کی قدرتی چکناہٹ ضائع ہو جاتی ہے، جس سے خشکی اور سکری بڑھ جاتی ہے۔ کمر اور جوڑوں کے درد کا ایک سبب پٹھوں اور جوڑوں کی بافتوں کا اکڑاؤ ہوتا ہے۔ خارش کا سبب ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو جلد میں داخل ہو کر خارش پیدا کرتا ہے یہ کیڑا خارش زدہ فرد کے بستر یا لباس وغیرہ استعمال کرنے سے صحت مند شخص کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ سردیوں میں دل کے امراض بڑھنے کی وجہ خون کے بہاؤ میں کمی اور ایسی غذا ہے جو کولیسٹرول بڑھا کر خون کے بہاؤ میں کمی کرتی ہے۔

سردی سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں، لیکن بچے اور بڑی عمر کے افراد جن میں قوت مدافعت کم ہوتی ہے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ سر، چہرہ، ناک، کان اور منہ کو ڈھانپ کر رکھنے سے نزلہ، زکام اور سانس کی کئی بیماریوں سے بچ سکتے ہیں۔ سڑک پر گاڑیوں کے دھوئیں سے بھی بچنا چاہئے۔ کمرے کو گرم اور ٹھنڈی ہوا سے بچنے کے لیے دروازے کھڑکیاں بند کر کے ان کے آگے پردہ ڈالنا چاہیے۔ اگر کمرہ گرم کرنے کے لیے کوئلہ، لکڑیاں وغیرہ جلانے کی ضرورت ہو تو ان کو کمرے سے باہر اچھی طرح جلا کر کمرے میں لانا چاہیے، ورنہ کاربن مونو آکسائیڈ گیس پیدا ہو کر زندگی کیلئے خطرہ بن سکتی ہے۔ کسی بھی طرح سے جلائی ہوئی آگ کا دھواں اور ماحول میں ہوا کی نمی سے بھی کھانسی اور سانس کی تکالیف بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے دھوئیں کے نکلنے کا انتظام ضرور کرنا چاہیے۔ کھانسی اور خاص طور پر ٹی۔ بی کے مریضوں کو اپنا بلغم پھینکنے میں احتیاط کرنی چاہیے، کمرے کو گرم رکھنے کے لیے اگر ہیٹر چلایا جائے تو اس پر پانی کا برتن رکھنا چاہیے تاکہ اس سے نکلتی ہوئی بھاپ ہوا میں نمی کم نہ ہونے دے۔ کمرہ میں بچھائے ہوئے کارپٹ یا قالین میں گردوغبار جراثیم اور بہت سے انرجن موجود ہوتے ہیں۔ ان میں ایک بہت چھوٹا سا کیڑا (Mite) بھی ہوسکتا ہے۔ جس کا فضلہ سانس کی تکالیف کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے اگر قالین اور کارپٹ پر کوئی چادر وغیرہ بچھائی جائے تو یہ ایک اچھی حفاظتی تدبیر ہے۔ کمرے میں خوشبو کا استعمال بھی سانس کی تکلیف کا باعث بن سکتا ہے۔ کھانسی اور سانس کی تکالیف والے مریضوں کو پھول کبھی نہیں سونگھنا چاہیے پھولوں میں موجود پولن ایسے مریضوں کے لیے انتہائی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔ سرد موسم میں جسم کو گرم رکھنے کے لیے زیادہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے میٹھی اشیاء خشک میوہ جات انڈا، مچھلی اور گوشت کا استعمال کرنا چاہیے۔ مچھلی کے سرے کنڈے اور سیاہ چنے کا شوربہ کم خرچ اور بالانشین ہے اس سے پلاؤ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ گھریلو خواتین کو پانی میں کام کرتے ہوئے مناسب کپڑے پہننا چاہیں۔ بچوں کو سردی عام طور پر ماں کی ٹھنڈی گود اور ٹھنڈے دودھ سے لگتی ہے۔ اس لیے ماں کو بچہ لینے سے پہلے گود گرم کر لینی چاہیے۔ نزلہ اور زکام کہا جاتا ہے کہ ہر انسان سال میں دو یا تین بار نزلہ زکام کا شکار ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر نزلہ زکام کا علاج نہ کیا جائے تو آرام آنے میں سات دن لگتے ہیں اور اگر علاج کیا جائے تو بھی ایک ہفتہ لیکن اگر کھانسی ریشہ کی شدت بخار اور جسم درد زیادہ ہو تو علاج کرنا چاہیے۔ زیادہ اینٹی باڈیز استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ مچھلی، بھنا ہوا گوشت، شہد ملا نیم گرم پانی، قہوہ فائدہ مند ہے۔

## ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

### زرعی قوانین منسوخ نہیں کرینگے، چاہو تو عدالت جاؤ

متنازعہ زرعی قوانین کی منسوخی کے تعلق سے اب بھی تعطل برقرار ہے؛ کیوں کہ مرکز اور کسانوں کے درمیان ساتویں دور کی بات چیت میں بھی کوئی حل نہیں نکل سکا۔ ذرائع نے کہا کہ حکومت نے فصلوں کی اقل ترین امدادی قیمت کے لئے قانونی ضمانت سے متعلق کسانوں کے مطالبہ پر غور وخوض کی تجویز رکھی تھی لیکن کسانوں کے یونین قائدین نے زرعی قوانین کو سرے سے منسوخ کرنے پر بات چیت کے لئے اصرار کیا۔ وزیر زراعت نریندر سنگھ تومر نے صاف صاف کہہ دیا کہ قوانین منسوخ نہیں کئے جائیں گے اور کسان چاہیں تو اِس ضمن میں سپریم کورٹ سے رجوع ہو جائیں۔ کسان مزدور سنگھرش کمیٹی کے سروان سنگھ پینڈھر بھی اِس میٹنگ میں شریک ہوئے۔ اُنھوں نے پنجاب کے کسانوں سے اپیل کی ہے کہ طویل جدوجہد کے لئے تیار رہیں، ہم یوم جمہوریہ پر بڑا احتجاجی جلوس نکالیں گے۔ تاہم، تھوڑی سی اُمید ابھی باقی ہے کیونکہ حکومت اور احتجاجی کسانوں نے دوبارہ میٹنگ منعقد کرنے سے اتفاق کیا ہے۔ کسانوں اور مرکزی حکومت کے درمیان وگیان بھون میں ساتویں مرحلہ کی بات چیت ہوئی۔ ذرائع کے مطابق کسان تنظیموں کے ایم ایس پی پر تحریری یقینی دہانی اور تینوں زرعی قوانین کو واپس لینے کے مطالبہ پر حکومت نے کہا کہ ایک جوائنٹ کمیٹی بنا دیتے ہیں، وہ طے کرے کہ ان تینوں قوانین میں کیا ترامیم کیے جانے چاہئیں۔ لیکن حکومت کی اس تجویز کو کسان تنظیموں نے خارج کر دیا ہے۔

### عازمین حج کو کورونا ٹیکے لگانے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں

مرکزی اقلیتی امور کے وزیر مختار عباس نقوی نے کہا کہ اس سال حج پر جانے والے تمام افراد کو کورونا ٹیکے لگانے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ سرکاری بیان کے مطابق، نقوی نے حج ہاؤس (ممبئی) میں حج کمیٹی کے عہدیداروں اور ’’حج گروپ آرگنائزرز‘‘ سے حج ۲۰۲۱ء سے متعلق مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔ اس موقع پر، انہوں نے کہا، "ہندوستان سے جانے والے تمام حاجیوں کو کورونا ٹیکے لگانے کا انتظام کیا جا رہا ہے‘‘۔

### پارلیمنٹ کا بجٹ اجلاس ۲۹/جنوری سے

پارلیمنٹ کا بجٹ اجلاس ۲۹/جنوری سے شروع ہوگا۔ بجٹ اجلاس دو حصوں میں ہوگا۔ پہلا حصہ ۲۹/جنوری سے شروع ہوگا اور ۱۵/فروری تک چلے گا۔ بجٹ اجلاس کا دوسرا حصہ ۸/مارچ سے شروع ہوگا اور ۸/اپریل تک چلے گا۔ مرکزی بجٹ یکم فروری کو پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔ ۲۹/جنوری کو بجٹ اجلاس کے پہلے دن صدر رام ناتھ کووند پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے خطاب کریں گے۔

### ۱۲۸۴/اسسٹنٹ انجینئرز کی تقرری کا راستہ صاف

بہار میں ۱۲۰۰ سے زیادہ اسسٹنٹ انجینئرز کی بحالی کا راستہ صاف ہوگیا ہے، پٹنہ ہائی کورٹ کے دو ججوں کے بینچ نے بہار پبلک سروس کمیشن کو اپنے اہم فیصلے میں ریاست میں اسسٹنٹ انجینئروں کی بھرتی کے لئے ماڈل جواب اور پی ٹی امتحان کے نتائج کی ازسرنو جائزہ لینے کے لئے نئی کمیٹی کی شرط کو ختم کر دیا ہے، کسی بھی کمیٹی کو بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جسٹس شیواجی پانڈے اور جسٹس پرتھا سارا ہی پر مشتمل ڈویژن بینچ نے بی پی ایس سی کی جانب سے دائر اپیلوں کو قبول کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا۔

### بیلٹ پیپر سے انتخابات کرانے کی درخواست کو سپریم کورٹ نے مسترد کیا

سپریم کورٹ نے الیکٹرانک ووٹنگ مشینوں (ای وی ایم) کا استعمال بند کرنے اور آئندہ انتخابات میں بیلٹ پیپر کا استعمال کرنے کے لئے الیکشن کمیشن سے استدعا کی سماعت سے انکار کر دیا، چیف جسٹس ایس اے بوبڈے نے عرضی مسترد کرتے ہوئے درخواست گزار سے پوچھا اس کے بنیادی حقوق کس سے متاثر ہو رہے ہیں؟ عدالت نے کہا ہے کہ درخواست گزار اس کیس سے متعلق ہائی کورٹ جا سکتا ہے۔

### یوپی قانون ساز کونسل کے الیکشن کے لیے شیڈول جاری

اتر پردیش قانون ساز اسمبلی کی ۱۲ سیٹوں کے لئے الیکشن کمیشن نے شیڈول جاری کر دیا ہے، جس کے تحت ۱۱/جنوری کو نوٹیفکیشن جاری ہوگی اور اسی دن سے پرچہ نامزدگی داخل کئے جا سکیں گے، پرچہ نامزدگی کی آخری تاریخ 18 جنوری طے کی گئی ہے جب کہ ۱۹ تاریخ کو دستاویزات کی جانچ کی جائے گی۔ نام واپسی کی آخری تاریخ ۱۲/جنوری ہے جبکہ ووٹنگ ۲۸/جنوری کو صبح ۹/بجے سے شام ۴/بجے تک منعقد ہوگی، ووٹوں کی گنتی اسی دن ہوگی اور نتائج کا اعلان بھی کر دیا جائے گا۔

### لو جہاد قانون کی آئینی حیثیت کی جانچ کرے گا سپریم کورٹ

یوپی اور اتراکھنڈ میں لو جہاد قانون کے معاملے کا سپریم کورٹ نے عرضی قبول کرتے ہوئے دونوں ریاستوں کو نوٹس جاری کر کے اس معاملے میں جواب طلب کیا ہے، یوپی میں ابھی یہ صرف ایک آرڈیننس ہے، جب کہ اتراکھنڈ میں یہ ۲۰۱۸ء میں قانون بن چکا ہے، اتر پردیش اور اتراکھنڈ میں لو جہاد قانون کے تحت اگر کوئی شخص کسی کو لالچ دے کر، بھٹکا کر یا ڈرا دھمکا کر مذہب تبدیل کرنے کو مجبور کرتا ہے تو اسے پانچ سال تک کی سزا ہو سکتی ہے۔

Volume:61/71,Issue:02 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
(مرزاغالب)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
**NAQUEEB** *WEEKLY*
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

# مسئلہ فلسطین پر مسلم ممالک کے بدلتے تیور

**عشرت کلیم تیمی**

قریب آٹھ دہائیوں سے فلسطینی اپنی زمین، اپنی خودمختاری اور اپنے وجود کے ساتھ ساتھ قبلہ اول کے تقدس کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں، اب تک وسائل اور بنیادی ضروریات کے فقدان کے باوجود یہ فلسطینی اسرائیلی توپ وٹینک کے سامنے نہتے اسلئے ڈٹ جاتے تھے؛ کیوں کہ ان کو مسلم ممالک کا جذباتی تعاون مل رہا تھا، غزہ پٹی کی سرزمین معصوم فلسطینیوں نے اپنے خون سے سیراب کردیا، لیکن صیہونی طاقتوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے، آٹھ دہائیوں سے یہ فلسطینی دھماکوں اور لاشوں کے بیچ اپنی زندگی گزارتے آرہے ہیں، امن ان کے حصے میں کبھی آیا ہی نہیں، موسم بہار کبھی دیکھا ہی نہیں، خوشی اور جشن کا موقع نصیب ہی نہیں ہوا؛ چونکہ سوال تھا اپنے وجود، اپنی خودمختاری اور قبلہ اول کی تقدس کا، معمولی آبادی پر مشتمل فلسطینیوں کو اپنے دشمن اسرائیل کے سامنے جس انداز میں ڈٹ کر سامنا کرنے کی ضرورت تھی اس سے کہیں زیادہ زبردست انداز میں اسرائیل کا مقابلہ کیا اور اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عرب ممالک نے اس لڑائی میں فلسطینیوں کی مدد کی، ان کی آزاد اور خودمختار ریاست کے خواب کو تعبیر کرنے کیلئے اسرائیل سے جنگ مول لی، ۲۰۰۶ء میں لبنان اور اسرائیل کی جنگ اس کے ثبوت کیلئے کافی ہے، بقیہ عرب ممالک چاہے وہ عرب امارات ہو یا سعودی عربیہ، مصر ہو یا بحرین، سوڈان ہو یا ترکی اور ایران ان تمام مسلم ممالک نے فلسطینیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا ہر موڑ پر دعویٰ کیا اور قریب ۶۰/سے ۷۰/سالوں تک عرب ممالک اور اسرائیل کے درمیان بائیکاٹ اور دوریوں کا جو سب سے بڑا سبب تھا وہ صرف اور صرف مسئلہ فلسطین تھا۔

تمام مسلم ممالک اور کچھ یوروپین ممالک بھی اس بات کے قائل تھے کہ فلسطین ایک آزاد ریاست کا حقدار ہے اور مسلم ممالک کے مابین ایک زبانی قرارداد بھی تھا کہ جب تک فلسطینیوں کو ایک آزاد مملکت نہیں مل جاتی تب تک عرب ممالک متحد ہوکر اسرائیل کو تسلیم نہیں کریں گے؛ لیکن فلسطین کیلئے مسلم ممالک کا یہ عہد چھ سے سات دہائی سے زیادہ نہیں چل سکا اور دھیرے دھیرے فلسطینیوں کے قاتل اسرائیل کے ساتھ ایک ایک کرکے ہاتھ ملانا شروع کردیا، گزشتہ دو ماہ کے اندر جو تصویر عرب ممالک اور اسرائیلی تعلقات کے حوالے سے دیکھنے کو ملی وہ یقیناً حیران کن اور فلسطینیوں کے ساتھ ایک بڑی غداری ہے۔

متحدہ عرب امارات، بحرین، سوڈان، مراکش یہ وہ مسلم ممالک ہیں جنہوں نے فلسطینیوں کو ابھی ابھی تازہ زخم دیا ہے اور ان کے ساتھ بڑی غداری کی ہے، بیچ منجدھار میں انہیں لاکر بے سہارا کردیا ہے، سعودی عرب بھی اس قطار میں ہے، ترکی نے بھی اپنا سفیر روانہ کردیا ہے، کچھ اور مسلم ممالک ایسے ہیں جو فلسطینیوں کے خون سے سنے ہوئے صیہونی ہاتھ کے ساتھ ہاتھ ملانے کو بے قرار ہیں اور بہت جلد یہ تصویر بھی صاف ہوجائے گی کہ فلسطینیوں کے پیٹھ میں اپنے ہی صف سے خنجر گھونپنے والوں میں کون کون شامل ہے، متحدہ عرب امارات نے کورونا وائرس کے دور میں فلسطینیوں کو ایک ماسک نہیں بھیجا؛ لیکن اسرائیلی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فیصلہ فوراً منسوخ کردیا۔ اسرائیل کے ساتھ ویزہ فری معاہدہ کرلیا اور بحرین، سوڈان ودیگر مسلم ممالک نے بھی فلسطنیوں کو درکنار کرکے اپنے مفاد کیلئے سودے بازی شروع کردی؛ لیکن فلسطینیوں کا یہ پہلے دن سے ہی عہد تھا کہ ہمیں اپنے کاندھے پر اپنا سر رکھ کر چلنا ہے؛ چونکہ دوسرے کے سہارے خودمختاری کی جنگ نہیں لڑی جاتی، آج بھی فلسطینی اسرائیلی درندوں کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں جبکہ دوسری جانب اسرائیلی وزیراعظم ان عرب ممالک کو اپنے جال میں پھنسا کر فلسطینیوں کی زندگی کو مزید اجیرن بنانے کا روڈ میپ تیار کررہا ہے اور اس میں سب سے پہلا نشانہ ہے مشرقی یوروشلم جہاں اسرائیل اپنا دبدبہ قائم کرنا چاہتا ہے، اسرائیل نے پہلے ہی اعلان کررکھا ہے کہ وہ مشرقی یروشلم میں بارہ سو سے زیادہ گھر تعمیر کرنے کے اپنے منصوبے پر عمل کرے گا، فلسطینیوں کا کہنا ہے کہ اس اقدام سے مستقبل میں کسی فلسطینی ریاست کا قیام ناممکن ہوگا، کیونکہ وہ اب بیت اللحم اور مشرقی یروشلم میں تقسیم ہوجائے گی، اسرائیل کے اعلان کے مطابق وہ گوات ہماتاس نامی علاقے میں بارہ سو سے زیادہ گھر تعمیر کرے گا، جوکہ ۱۹۶۷ء کی سرحدوں کو عبور کرنے کے مترادف ہے۔

اسرائیل کا کہنا ہے کہ یہ یروشلم کا نواحی علاقہ ہے، جب کہ فلسطینیوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسے علاقے میں یہودی آبادکاری ہوگی جس پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں قبضہ کیا تھا، اسرائیل کے ٹیبل پر دوسرا ناپاک منصوبہ مقبوضہ فلسطین کی وادی اردن اور مغربی کنارے کے اسرائیل میں انضمام کا ہے، عرب ممالک سے رشتے بحال ہونے کے ماحول میں اسرائیل نے فی الحال اس کو ٹھنڈے بستے میں ضرور رکھا ہوا ہے؛ لیکن اسرائیلی وزیراعظم بنیامن نتن یاہو نے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ متحدہ عرب امارات کے ساتھ معاہدے کے حصے کے طور پر مقبوضہ مغربی کنارے کے الحاق میں تاخیر پر راضی ہوئے ہیں؛ لیکن منصوبہ اب بھی ''زیر غور'' ہے۔ صیہونی حکومت کا کہنا ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ معاہدے میں مغربی کنارے کے ساتھ الحاق کے منصوبہ کو ''مؤخر'' کیا تھا؛ لیکن وہ اپنی سرزمین پر حقوق سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے اور یہ ابھی بھی زیر غور ہے؛ چونکہ اسرائیل کو یہ معلوم ہے کہ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے تو پھر فلسطینیوں کی آزاد ریاست کے خواب کو ہمیشہ کیلئے دفن کرنے میں کامیابی مل جائے گی اور صہیونیوں کا گریٹر اسرائیل کا خواب شرمندہ تعبیر ہوجائے گا، جب کہ دنیا مانتی ہے کہ اسرائیل کی اس حرکت سے مشرق وسطیٰ کا امن غارت ہوجائے گا۔

اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق نے کہہ دیا ہے کہ انضمام کا اسرائیلی منصوبہ نہ صرف اسرائیل اور فلسطین کے لئے بلکہ پورے علاقے کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا اور اس سے دوملکی حل کے امکانات معدوم ہوجائیں گے، ان کا ماننا ہے کہ مغربی کنارے کے مقبوضہ علاقوں کو اسرائیل میں شامل کرنا ایک انتہائی خطرناک عمل ہوگا، اس پر عمل درآمد سے اسرائیل، فلسطین اور پورے علاقے کا امن خطرے میں پڑ جائے گا، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ انضمام غیر قانونی ہے، مقبوضہ فلسطینی علاقے کے انضمام کی کوئی بھی کوشش انسانی حقوق کی صورت حال کو مزید خراب کردے گی، ویسے ہی اس علاقے میں کشیدگی کی وجہ سے گذشتہ دوعشروں میں انسانی حقوق کی خاصی خلاف ورزیاں ہوتی آرہی ہیں، اور اب اگر اسرائیل مزید ایسی حرکت کرتا ہے تو پھر خطے کا امن پوری طرح سے غارت ہوجائے گا؛ لیکن ان تمام باتوں سے اوپر اٹھ کر اگر دیکھیں تو ایک بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عرب ممالک کا اسرائیل کے ساتھ رشتہ بحال کرنا، فلسطینیوں کے ساتھ غداری اور دھوکہ نہیں ہے؟ کیا عرب ممالک فلسطینیوں کے قاتل کا ہاتھ مضبوط کرنے والا کام نہیں کررہے ہیں؟ اسرائیل بڑی تیزی اور چالاکی کے ساتھ عرب ممالک کے ساتھ ڈیل کررہا ہے، معاشی مورچے پر اسرائیل اس انداز میں ڈیل کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ آگے چل کر اسرائیل کی ہاں میں ہاں ملانا ان ممالک کی مجبوری ہوجائے؛ لیکن ان ممالک کو شاید ابھی ایسا لگ رہا ہے کہ وہ اسرائیل کے ساتھ رشتے بحال کرکے اسرائیل کو ہی باندھ دیں گے اور آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کیلئے اسرائیل کو مجبور کردیں گے۔

یہ ایک ایسا خواب ہے جس کو بے ہوشی کے عالم میں عرب ممالک دیکھ رہے ہیں، اسرائیل کی شاطرانہ چال کسی سے مخفی نہیں ہے، اسرائیل کیلئے فلسطین نہیں اسرائیل اہم ہے اور اس کیلئے ایک مدت تک عرب ممالک سے لاتعلقی کے باوجود بہت زیادہ نقصان نہیں اٹھانا پڑا تو پھر اب کیا اسرائیل فلسطین کے معاملے پر گھٹنے ٹیک دیگا؟ اسرائیل کی ترجیحات میں دنیا کے ساتھ معاشی مقابلہ نہیں بلکہ گریٹر اسرائیل منصوبے کو عملی جامہ پہنانا ہے اور اسی کیلئے وہ طرح طرح کے حربے استعمال کررہا ہے جس کا شکار اب یہ عرب ممالک ہونے لگے ہیں؛ لیکن سوال تو ان مسلم ممالک سے پوچھا جانا چاہیے کہ اگر یہی سب کرنا تھا تو اتنے دنوں تک فلسطینیوں کو جھوٹی تسلی کیوں دے رہے تھے؟ اگر یہی راستہ اختیار کرنا تھا تو فلسطینیوں کو اسرائیل کے خلاف سپورٹ کیوں کررہے تھے؟ اگر اسی نتیجے پر آنا تھا تو پھر فلسطینیوں کو آزاد ریاست کا سبز خواب کیوں دکھا رہے تھے اور اتنے دنوں تک رشتے کی معطّلی کا صلہ آپ کو کیا ملا؟ آپ نے تو رشتے بحال کرلئے، تجارت، سرمایہ کاری سب پر ڈیل کرلی، آپ کو بدلے میں لاکھوں کروڑ کی سرمایہ کاری کا تحفہ تو مل گیا؛ لیکن ان فلسطینیوں کو کیا ملا؟ ان کا پہلے دن سے ہی نقصان ہورہا ہے، ہزاروں کی تعداد میں فلسطینیوں کی قربانی جن عرب ممالک کے جذباتی تعاون کے بدولت ہوئی تھی ان شہیدوں کو، ان کے اہل خانہ اور تباہ حال فلسطین کو کیا ملا؟ کچھ بھی تو ایسا نہیں ہے جس کو دیکھ کر کہا جاسکے کہ فلسطینیوں نے اس طویل مدت میں کچھ پایا ہو۔

اب تک فلسطینی تو صرف اپنوں کو کھوتے آئے ہیں اور جس چیز کیلئے اپنوں کو یہ فلسطینی کھوتے آئے ہیں وہ ایک آزاد ریاست کے قیام کا خواب تھا، جس کو شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے ان تمام عرب ممالک نے ان فلسطینیوں سے وعدہ کیا تھا؛ لیکن اب عالم یہ ہے کہ اپنوں نے ہی فلسطینیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اب وہ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے، وقت اور حالات کے بدلنے کے ساتھ ان مسلم ممالک کے تیور بھی بدلے، ترجیحات میں بھی تبدیلی آئی اور ملکی مفاد اس انداز میں حاوی ہوا کہ اپنے ہی بھائی بہن کو بیچ بھنور میں بے یارو مددگار چھوڑ دیا اور یہ بھی نہیں سوچا کہ اب ان کا کیا ہوگا، یہ اور بات ہے کہ چند روایتی جملے تیار کرلئے گئے ہیں جو اسرائیل سے تعلقات بحال کرنے والا ہر ملک دوہراتا ہے کہ ''ہم اسرائیل سے تعلقات ضرور بحال کررہے ہیں لیکن فلسطینیوں کے مطالبات کے حوالے سے ہماری جدوجہد جاری رہے گی''، یہ صرف دھوکہ دینے والا جملہ ہے جس کو فلسطینی بہت اچھی طرح سے سمجھ رہے ہیں، اب آگے کیا ہوگا اللہ جانے۔

## نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔
Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)